جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد ۲۴ نمبر

جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ / فروری ۲۰۱۹ء

شمارہ نمبر ۱۱

زرتعاون

فی شمارہ ——— ۱۵/روپئے

سالانہ زرتعاون ——— ۱۵۰/روپئے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM URDU MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

نفع کم، نقصان زیادہ

عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

میڈیا اور غیر اسلامی ذرائع ابلاغ کی روز افزوں ترقی نے آج مسلم معاشرہ کے سامنے ان گنت مسائل کھڑے کردیئے ہیں، انسانی معاشرتی نظام میں نت نئی تبدیلیاں اتنی تیزی سے آرہی ہیں کہ عقل وحواس محوحیرت ہیں، غیر اسلامی طاقتیں اپنی تسخیر کے لیے میڈیا اور ذرائع ابلاغ کونہایت خفیہ انداز میں ہتھیار کے طور پر استعمال کررہی ہیں اور معاشرہ کی ساری صالح قدروں پر نقب زنی میں مصروف عمل ہیں، خاص طور سے مسلم معاشرہ میں ان کو خوب خوب رواج دیا جارہا ہے اور ایک طرح سے ذہنوں سے اسلامی قدروں کو پامال کرنے اور دینی شعار کو فرسودہ تصور کرایا جارہا ہے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو گرفتار مکروفریب کرکے ان کے ایمان اوران کی روحانی وراثت کو سلب کیا جارہا ہے، گویا خوش رنگ اور دیدہ زیب حلوہ زہر ملا کر پیش کیا جارہا ہے اور معاشرہ اس سے لذت وکام ودہن حاصل کرتا ہے لیکن اس کے مہلک اثرات سے بے خبر ہوکر، اس کے نتیجہ اور انجام سے لاپرواہ ہوکر—

آج کے اس دور میں ملٹی میڈیا موبائل فون نے بہت ساری معاشرتی صالح قدروں کو پامال کردیا ہے، آدمی اپنوں سے بیگانہ ہوچکا ہے، دنیا بھر کی خبروں سے وہ واقف تو رہتا ہے لیکن اپنوں کے ساتھ اس کے کیا حقوق وابستہ ہیں اسی سے بے خبر رہتا ہے، اس کے گھر خاندان، بیوی بچے جو اس کی ایک نگاہ التفات کے لئے شب وروز منتظر ہیں ان سب سے بے نیاز رہتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک اسکول ٹیچر نے ایک روز اپنی کلاس میں اعلان کیا کہ ہر طالبعلم اچھی طرح غور کرکے اپنی سب سے ضروری اور اہم تمنا اور خواہش لکھ کر لائے، جس کی تمنا اور خواہش سب سے اچھی ہوگی اسے انعام ملے گا، اگلے دن تمام بچے اپنی تمنا لکھ کر لائے اور ماسٹر صاحب کو دے دی، چھٹی

کے بعد وہ استاد صاحب گھر پہنچے اور بچوں کے جوابات پڑھنے لگے، اچانک ایک کاغذ پڑھتے ہوئے ان کی حالت بدل گئی، وہ رونے لگے، کانپنے لگے، اور پھر ان کے رونے کی آواز بلند ہوتی چلی گئی، ان کی بیوی نے آواز سنی تو دوڑ کر آئی، پانی پلایا وجہ پوچھی، انہوں نے بتایا کہ طلبہ کی تمنائیں پڑھ رہا تھا ایک بچے کی تمنا نے دل اور آنکھوں کو رلا دیا، بیوی نے کہا مجھے بھی سنائیں، ماسٹر صاحب کاغذ لے کر پڑھنے لگے، بچے نے لکھا تھا، میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ کاش میں موبائل فون ہوتا، تا کہ میرے ابو مجھے ہر وقت اپنے کان اور دل سے لگائے رہتے، اور میری امی گھنٹوں مجھ سے باتیں کرتی اور مجھ پر اپنی انگلیاں اور ہاتھ پھیرتی اور مجھے سینے پر رکھ کر سوتی، مگر میں تو ان کا بیٹا ہوں، ان کا پچ موبائل نہیں، اس لئے مجھے یہ ساری توجہ نہیں ملتی جو ان کے پچ موبائل کو ملتی ہے، اس لئے میں اپنی تنہائی اور محرومی کے دوران یہی سوچتا رہتا ہوں کہ ''کاش میں ان کا موبائل فون ہوتا'' ماسٹر صاحب یہ پڑھتے ہوئے پھر رو پڑے، بیوی نے سنبھالا اور کہا، ماشاء اللہ کوئی سمجھدار بچہ ہے، والدین کو واقعی اپنے بچوں کا خیال رکھنا چاہیے، اور انہیں وقت دینا چاہیے، ماسٹر صاحب پھر زور زور سے رونے لگے اور کہا، بیگم! یہ تحریر کسی اور کی نہیں بلکہ یہ ہمارے اپنے بیٹے کی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہدایت عطاء فرمائے، ماسٹر صاحب کے رونے کی آواز بلند ہوئی، مگر اب وہ اکیلے نہیں تھے، کمرے میں دو افراد رو رہے تھے اور دونوں کے پچ موبائل پر واٹس ایپ کی گھنٹیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، ہم سب کو اس واقعہ پر غور کرنا چاہیے، اس سے سبق لینا چاہیے—

موبائل فون کے بہت سے نقصانات ہیں، موبائل فون کے زیادہ استعمال نے انسان کی شرافت اور تمیز کو ختم کر دیا ہے، آج کل لوگ موبائل فون کی گھنٹیاں اور موسیقی کے استعمال خانہ کعبہ، مسجد نبوی، مساجد، خانقاہوں اور پرسکون ماحول میں بھی رد نہیں کرتے، دنیا میں موبائل فون کے مضر اثرات لوگوں پر اس قدر حاوی ہو گئے ہیں کہ وہ مقدس مقامات پر آتے ہوئے بھی اپنے فون کی گھنٹی تک بند کرنا بھول جاتے ہیں، یہ صرف غفلت اور لا پرواہی ہی نہیں بلکہ مقدس مقامات کے تقدس کی پامالی بھی ہے، مساجد میں لوگ نماز کے اوقات میں باہر آ کر فون سننے لگتے

ہیں، اس فون نے ہماری زندگی کو اتنا متاثر کیا ہے کہ جب ہم خدا سے ہم کلام ہوتے ہیں تب وہاں بھی موبائل فون کی گھنٹی بج پڑتی ہے، مساجد میں بڑے بڑے نوٹس بورڈ لگے ہونے کے باوجود لوگ موبائل فون بند نہیں کرتے، ہم جب خدا کے کلام سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی موبائل فون کی گھنٹی تباہ کن کردار ادا کر رہی ہوتی ہے۔ اس چھوٹے سے آلے نے ہمارے خیالات، اظہار، معاملات، ذہن، قلب اور سکون سب کو بدل ڈالا ہے۔

آج ہمارے معاشرہ میں کسی گھر میں بجلی ہو نہ ہو، صاف پانی میسر ہو نہ ہو، علاج کے لیے پیسے موجود ہوں نہ ہوں، بچوں کی پڑھائی کے لیے کسی اعلیٰ بلکہ ادنیٰ ادارے کے تعلیمی اخراجات پورے نہ ہوسکیں لیکن موبائل فون ضرور ہوگا، اور اس موبائل فون کے ذریعے اور اس کی خفیہ وارداتوں سے گھروں کے اندر طوفان پل رہے ہوتے ہیں، آتش فشاں اُبل رہے ہوتے ہیں، لیکن بظاہر کسی کو اس کا علم تک نہیں ہوتا، موبائل فون کی ایسی اقسام روز بروز مارکیٹ میں آرہی ہیں جن میں کیمرے کی بہترین کوالٹی پر زور دیا جاتا ہے، کم سے کم روشنی میں بھی فلم بنانے والے کیمرے اب موبائلوں میں دستیاب ہو رہے ہیں، حالانکہ کیمرے کا فون کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، دونوں علیحدہ چیزیں ہیں، ان موبائل کیمروں کی وجہ سے اس وقت دنیا کی ساری فحش ویب سائٹس پر لڑکوں اور لڑکیوں کی جنسی حرکات کی فلمیں موبائل کلپس (Clips) کے نام سے موجود ہیں، یہ موبائل کلپس ایم ایم ایس، واٹس ایپ کے ذریعے ایک موبائل سے دوسرے موبائل اور پھر ہر موبائل میں بلیوٹوتھ ہونے کی وجہ سے بڑی آسانی سے ایک دوسرے کو بھیجے جاسکتے ہیں۔

ہمارے گھروں، گلیوں اور معاشرے میں یہ آتش فشاں اُبل رہے ہیں اور ہمیں اس کا ادراک تک نہیں، یہ میٹھا زہر ہے جو ہماری نوجوان نسل کی رگوں میں سرایت کر چکا ہے ہماری حالت بھی ان معاشروں جیسی ہوگئی ہے جہاں جنسی جرائم روزمرہ کا حصہ بن جاتے ہیں۔

خوب سمجھ لیں! فواحش اور منکرات کا اڈہ جب گھر کو بنالیا جائے گا تو شیاطین کا بسیرا بھی اس گھر میں ہوگا اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ شیطان سے بڑا انسان کا اور کوئی دشمن

نہیں ہے، اس لئے دشمنی میں وہ تمام امور انجام دے گا جس سے انسان کی آخرت تو آخرت ،دنیا بھی تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑی کمی اور کوتاہی گھر کے ذمہ دار (باپ) کی ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کر کے ایسے سامان فراہم کئے جن کی وجہ سے شیاطین گھر میں داخل ہوں اور پھر پورے گھر ہی نہیں پورے خاندان اور برادری کا سکون اور چین غارت کرتے ہیں، محض اتنا کہہ دینے سے چھٹکارا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ اللہ کے یہاں جواب دہی سے بچا جاسکتا ہے کہ بچوں کی ضد تھی اس لئے ان کی خوشی کے لئے ٹی وی اور ملٹی میڈیا موبائل فون خریدا، خوب کان کھول کر سن لیا جائے حدیث پاک میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف کھلے لفظوں میں فرمادیا: **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ** کہ ہر انسان اپنے ماتحت لوگوں کا نگراں ہے اور ہر نگراں سے اس کے ماتحتوں کے اچھے برے کاموں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

افسوس ہے کہ آج مغربی دنیا کی چمک نے ہماری آنکھوں کو اس قدر خیرہ کردیا ہے کہ اپنی تہذیب کی خوبیاں نظروں سے اوجھل ہوگئی ہیں، مغربی تمدن اور یورپ کی تہذیب ہی کو ہم اپنے لیے بھی خوب اور بہتر سمجھنے لگے، اور اسی سمت اپنے گلستان حیات کے نو دمیدہ پھولوں کو بھی متوجہ کررہے ہیں، یاد رہے مغرب کی ان مسموم ہواؤں سے ان پھولوں پر تازگی ہرگز ہرگز نہیں آسکتی بلکہ پژمردگی ہی آئے گی اور اس کا روزانہ کا مشاہدہ ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ماحول اور معاشرہ کو صالح بنایا جائے اور ان اسباب ومحرکات کا پوری ایمانی قوت کے ساتھ بائیکاٹ کیا جائے جو سماج اور معاشرہ میں گندگی پھیلا کر جرائم کو پنپنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، موبائل فون آج کی زندگی کی ایک ضرورت بن چکا ہے، لیکن اس کا استعمال بقدر ضرورت جائز حدود میں رہ کر ہی کیا جائے، تاکہ معاشرہ کی صالح اقدار برقرار رہیں اور کہیں سے کوئی بگاڑ اور معاشرے کی صالحیت میں کوئی فرق نہ آئے۔

درسِ قرآن

فضیلت کا سرچشمہ، مال نہیں ہے

مولانا محمد ساجد حسن مظاہری استاد تفسیر مظاہرعلوم سہارنپور

وَلَوْلَا اَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ، وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ، وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورہ زخرف ۳۳، ۳۴، ۳۵)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی طریق پر چل پڑیں گے تو جو لوگ خدائے رحمن کے منکر ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی چاندی کے کرتے جن پر چڑھتے وہ ٹیک لگا کر، بیٹھتے اور یہ چیزیں سونے کی بھی کر دیتے اور یہ چیزیں تو بس دنیا کی زندگی کا سامان ہیں، اور آخرت تیرے رب کے یہاں انہی لوگوں کے لئے ہے جو ڈرتے ہیں۔

تشریح وتوضیح: کفار ومشرکین، رونق دنیا پر فریفتہ، دولت کے پجاریوں کا یہ اعتراض تھا کہ اگر خدا کو کوئی کتاب اتارنی ہی تھی اور کسی کو رسول بنانا ہی منظور تھا تو شان وشوکت والے رئیس ودولت مند مکہ کے ولید بن مغیرہ، عتبہ بن ربیعہ، طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی ،حبیب بن عمرو ثقفی ، کنانہ بن عبد جیسے لوگوں کو رسول بنایا جاتا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں۔ آیت شریفہ میں اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔

رسالت ونبوت کی صلاحیت کے لئے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، (کفار بھی خود اس کے قائل ہیں) مگر ساز وساماں کی کثرت ،لاؤ لشکر کی زیادتی ،عہدے ومناصب کی حصولیابی ، دستاویز ووثائق ، باغ و بہار ، دولت وجائداد، مال ودولت کی فراوانی کی بنا پر کسی کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ جس مال ومتاع پر ان سیم وزر کے پجاریوں کو

ناز ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر اور بے وقعت ہے۔

کفار و مشرکین باوجود یکہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور مبغوض و مردود ہیں اور اپنے دشمن کو وقیع و رفیع اور قدر و منزلت والی کوئی شئی نہیں دیجاتی۔مگر دنیا اتنی حقیر ہے کہ:

اگر لوگوں کے کافر ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا ،تو ہم کفار کے دیوار و در،عرش (چھت) وفرش لیٹنے بیٹھنے کے تخت،چھتوں پر اترنے، چڑھنے کے وزینے،گھر کا سب ساز وسامان، چاندی بلکہ سونے کا کر دیتے ،اورشب وروزان پرسونے چاندی کی بارش ہوتی۔

مگر ایسا اس لئے نہیں کیا کہ یہ آزمائش انسانوں کیلئے بڑی ہی سخت ہوتی کیوں کہ عام لوگ جب یہ دیکھتے کہ کافروں کو ہر طرح کی آرائش وزیبائش،سب طرح کا راحت وآرام حاصل ہے تو مال ومتاع کے حرص کے غلبہ کی وجہ سے اکثر لوگ اندھے ہوکر کفر کی راہ اختیار کر لیتے۔

کوئی بڑا ہی نصیبہ ور،خوش نصیب ،ازلی سعید،قسمت کا دھنی اپنے ایمان کو اس عظیم فتنہ سے بچا پاتا،معلوم ہوا کہ مال دولت کی زیادتی کسی فضلیت کا سبب نہیں اور نہ اس کی کمی کسی انسان کے کم رتبہ ہونے کی علامت ہے۔

پیغام

صرف مال ودولت کو کسی عظمت کا منبع ،فضیلت کا سرچشمہ،تکریم کا باعث، بڑائی کی دلیل ،بزرگی کا معیار،عزت کا نشان،شرافت کی کسوٹی ،افتخار کا ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ: دنیا اللہ پاک کے نزدیک اگر مچھر کے برابر بھی کوئی درجہ رکھتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جاتا۔

(لو کانت دنیاتعدل جناح بعوضۃماسقی کافرامنہاشربۃماء (الحدیث)

اور نہ ہی مال کی قلت ،دولت کا فقدان کسی انسان کی دناءت وحقارت ،علامت رذالت وذلالت کا سبب، ہتک واہانت کی دلیل بنائی جاسکتی ہے۔

انوارِ حدیث

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے.........

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری استاذ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

باندی کے استبراء کا حکم:عن حَنَش الصنعاني قال:فتحنا مدينة بالمغرب يقال لها جَرْبةُ، فقام فينا رُوَيفِع بن ثابت الأنصارى فقال :لاأقول لكم إلا ماسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم حنين:من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايَطَأُ جاريةً من السبي حتى يستبرأ ها بحيضة، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايَبِعْ نصيبه من المغنم حتى يقبضَه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايركب دابة في فيءِ المسلمين حتى إذا أعجفها ردها فيه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايلبس ثوباً من فيءِ المسلمين حتى إذا أخلقه رده فيه.(سنن سعيد بن منصور ۲/۲۶۷ رقم ۲۷۲۲ ورواه أحمد فى مسنده ۴/۱۰۸ رقم ۱۷۰۳۸ نحوه بزيادة،وقال أبوداود ۲/۲۹۳:الحيضة ليست بمحفوظة)

حضرت حَنَش صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے مغرب کے ایک شہر کو فتح کیا جسے ’’جربہ‘‘ کہا جاتا تھا،تو ہمارے بیچ حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ (تقریر کے لئے) کھڑے ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ حنین میں فرماتے ہوئے سنی تھی کہ (۱) جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے وہ قیدیوں میں سے کسی باندی سے ہم بستر نہ ہو جب تک ایک حیض کے ذریعہ اس کا استبراء نہ کرلے، (۲) اور جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے وہ غنیمت میں سے اپنے حصہ کو نہ بیچے جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کرلے، (۳) اور جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے وہ مسلمانوں کی غنیمت کی کسی سواری پر سوار نہ ہو یہاں تک کہ جب اس کو دبلا کردے تو اسے غنیمت میں لوٹا دے، (۴) اور جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے وہ مسلمانوں کی غنیمت کا کوئی کپڑا نہ پہنے یہاں تک کہ جب اس کو

پرانا کردے تو اسے غنیمت میں واپس کردے۔ (سنن سعید بن منصور، ومسند احمد)

امام ابوداودؒ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے :عن حنش الصنعاني عن رويفع بن ثابت الأنصاری قال :قام فينا خطيبا قال :أما إني لاأقول لكم إلا ماسمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول يوم حنين قال:لايحل لامرئ يؤمن باالله واليوم الآخر أن يسقي ماءه زرع غيره يعنی إتيان الحبالی، ولايحل لامرئ يومن بالله واليوم الآخر أن يقع امرأة من السبي حتی يستبرئها، ولايحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يبيع مغنماً حتی يقسم ۔(أبوداودا / ۲۹۳، کتاب النکاح، باب فی وطی السبایا۔)

حضرت حنش صنعانیؒ نے حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا کہ حضرت رویفعؓ ہم میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اچھی طرح سن لو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ حنین میں فرماتے ہوئے سنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سینچنا یعنی حاملہ عورتوں سے صحبت کرنا حلال نہیں ہے، اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے قیدیوں میں سے کسی عورت سے ہم بستری حلال نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا استبراء کرلے، اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے غنیمت کو بیچنا حلال نہیں ہے یہاں تک کہ اس کو تقسیم کردیا جائے۔(ابوداود)

اور ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايسقي ماءه ولد غيره (الترمذي، ابواب النکاح ۱/۲۱۴) جس شخص کا اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے وہ اپنے پانی سے دوسرے کے بچے کو نہ سیراب کرے۔

اس حدیث شریف میں اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو باندی کے استبراء کا حکم دیا گیا ہے، عربی زبان میں استبراء کا معنی ہے ''حمل سے عورت کی براءت چاہنا'' یعنی

آ قا کا اپنی باندی سے شریعت کی طرف سے متعین کردہ مدت تک جماع اور دواعی جماع سے بچنا، تاکہ عورت کے رحم (بچہ دانی) کا حمل سے مشغول نہ ہونا معلوم ہوجائے۔

جس شخص کو کسی باندی کی ملکیت استمتاع حاصل ہو؛ خواہ غنیمت میں ملنے کی وجہ سے ہو، یا خرید کر ہو، یا بطور ہدیہ، وصیت، میراث خلع اور صلح جس طرح بھی ہو، اس شخص کے لئے استبراء واجب ہے، اور استبراء سے پہلے اس سے ہم بستری حرام ہے، اور اصح قول کے مطابق جماع کے دواعی ومحرکات جیسے بوس وکنار، معانقہ اور اس کی شرم گاہ کو دیکھنا وغیرہ بھی ممنوع ہے۔

فقہاء نے استبراء کی شرط یہ ذکر کی ہے کہ رحم کا حقیقتاً مشغول ہونا جیسا کہ حاملہ میں، یا رحم کے مشغول ہونے کا توہم (وہم وخیال) جیسا کہ غیر حاملہ میں۔ اور استبراء کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے رحم کا حمل سے خالی ہونا معلوم ہوجاتا ہے، اور اس صورت میں جائز نطفے کے اختلاط اور نسب کے اشتباہ سے حفاظت ہے، اور بچے کا صحیح نسب معلوم ہوجاتا ہے اور اس کی کفالت اور تعلیم وتربیت وغیرہ کا ذمہ دار متعین ہوجاتا ہے اور اس طرح بچہ ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی حاملہ باندی سے استبراء سے قبل ہم بستری کا ارادہ کررہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے اور استبراء سے قبل ہم بستری کے مفاسد کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: **لقد هممت أن ألعنه لعناً يدخل معه قبره، كيف يورثه وهو لا يحل له، كيف يستخدمه وهو لا يحل له** (مسلم کتاب النکاح ۱/۴۶۵)

میں نے ارادہ کیا کہ اس پر ایسی لعنت کردوں جو اس کے ساتھ اس کی قبر میں بھی جائے (اور اس کو جہنم تک پہونچادے) وہ کیسے اس کو وارث بنائے گا جب کہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے؟ وہ کیسے اس سے خدمت لے گا جب کہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے؟ (مسلم)

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ آقا نے جس حاملہ باندی سے ہم بستری کی ہے، کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ باندی چھ ماہ بعد (جو اقل مدت حمل ہے) بچہ جنے، تو اس صورت میں یہ بھی احتمال ہوگا کہ وہ بچہ اس آقا کا ہے اور یہ بھی احتمال ہوگا کہ اِس آقا کی ہم بستری سے پہلے کا ہو،

لہٰذا آقا کے نطفے سے ماننے کی صورت میں وہ اس کا لڑ کا ہوگا اور باپ بیٹے آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہونگے، اور اس کو آقا کے نطفے سے نہ ماننے کی صورت میں وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے اس لئے کہ ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے اور آقا کے لئے اس بچے سے خدمت لینا جائز ہوگا کیونکہ وہ اس کا مملوک (غلام) ہے، تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کبھی آقا اس بچے کو اپنا بیٹا قرار دے کر وارث بنائے گا جب کہ اس کے لئے اس کو وارث بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اس کا بیٹا ہے ہی نہیں، اور کبھی آقا اس بچے سے غلاموں کی طرح خدمت لے گا اور اس کو اپنا غلام بنا کر اس کا مالک بنے گا، حالانکہ اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا، لہٰذا اس محظور اور ناجائز چیز سے بچنے کے لئے حاملہ باندی سے ہم بستری سے بچنا اور استبراء کرنا ضروری ہے (شرح مسلم ۱/ ۴۶۵)

اور فقہاء فرماتے ہیں کہ استبراء کی علت حقیقی ''ارادہ جماع'' ہے لیکن ''ارادہ جماع'' ایک مخفی امر ہے جس پر اطلاع مشکل ہے، اس لیے حکم کا مدار اس کی دلیل پر رکھا گیا اور وہ جماع پر قادر ہونا ہے، اور جماع پر قدرت ملکیت اور قبضے ہی سے ثابت ہوتی ہے تو یہ سبب بن گیا اور آسانی کے لیے حکم کا مدار اسی پر رکھ دیا گیا، لہٰذا استبراء کا سبب ''حدوثِ مِلک ویَد'' یعنی ''نئی ملکیت اور قبضہ'' قرار پایا، تو اب جہاں سبب پایا جائے گا وہاں استبراء ضروری ہوگا چنانچہ اگر کسی نے کسی عورت کی یا نابالغ بچے کی باندی خریدی، یا کسی ایسے شخص کی باندی خریدی جس کے لیے اس سے جماع رضاعت یا مصاہرت وغیرہ کی وجہ سے حرام ہو، اسی طرح اگر باکرہ باندی خریدی تب بھی استبراء واجب ہوگا کیونکہ سبب ''حدوث ملک'' نئی ملکیت پائی گئی ہے، اور اگر دارالاسلام کے اندر بھاگی ہوئی باندی واپس آجائے، یا غصب کردہ جس کو غاصب نے فروخت نہ کیا ہو، یا اجرت پر لی گئی باندی مالک کو لوٹا دی جائے، یا رہن رکھی ہوئی باندی چھڑا لی جائے تو ان صورتوں میں استبراء واجب نہیں ہے کیونکہ استبراء کا سبب نئی ملکیت نہیں پائی گئی۔

استبراء کی مدت: باندیوں کی حالت کے اختلاف کے لحاظ سے استبراء کی مدت بھی مختلف ہے چنانچہ باندی اگر حاملہ ہے تو استبراء کی مدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے، اور اگر

غیر حاملہ ہے تو اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں، لہٰذا اگر بالغہ ہے اور وقت پر حیض آتا ہے تو اس کی مدتِ استبراء ایک حیض ہے اور اگر باندی نابالغہ ہے جس کو حیض شروع نہیں ہوا ہے، یا **منقطعۃ الحیض** ہے یعنی عمر کے لحاظ سے بالغہ ہوگئی ہو مگر کبھی اسے حیض نہیں آیا، یا آئسہ (سن رسیدہ) ہے یعنی اتنی زیادہ عمر ہوگئی کہ اب حیض بند ہو چکا ہے، تو ان سب کی مدت استبراء ایک ماہ ہے، البتہ اگر ان میں سے کسی کو مہینے کے درمیان میں حیض آجائے تو ایام کے ذریعہ استبراء کا حکم باطل ہو جائے گا، اور حیض کے ذریعہ استبراء ہوگا۔

اور اگر باندی **مرتفعۃ الحیض** ہو، یعنی بیماری یا کسی عارض کی وجہ سے اس کا حیض رکا ہوا ہو، ایسی عورت کو **ممتدۃ الطہر** بھی کہا جاتا ہے اس کی مدت استبراء کے بارے میں ظاہر روایت یہ ہے کہ اسے چھوڑے رکھا جائے یہاں تک کہ یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے، علماء ومشائخ کے اقوال اس مدت کی تعیین میں مختلف ہیں، اور مفتی بہ قول کے مطابق اس کی مدت استبراء دو ماہ پانچ دن ہے۔

اور اگر باندی مستحاضہ ہے تو اس کی مدت استبراء شروع مہینے کے دس دن ہیں۔

بعض صورتیں جن میں حیض وولادت استبراء میں شمار نہیں: اگر آدمی نے دوران حیض باندی کو خریدا، یا خریدنے کے بعد قبضے سے پہلے حیض آیا تو اس حیض کا استبراء میں شمار نہیں ہوگا، یا بیع فاسد کی صورت میں خریدار کے قبضے کے بعد حیض آیا ہو تو اس کا بھی استبراء میں شمار نہیں ہوگا، اسی طرح وہ حیض جو فضولی کی بیع کی صورت میں قبضے سے پہلے آیا ہو اس کا بھی استبراء میں شمار نہیں ہوگا، اور حاملہ باندیوں میں وہ وضع حمل (ولادت) جو ملکیت کے اسباب کے بعد اور قبضہ سے پہلے ہو اس وضع حمل کا بھی استبراء میں شمار نہیں ہوگا بلکہ قبضے کے بعد استبراء ضروری ہوگا۔

(ردالمحتار ۹/ ۶۱۷–۶۲۱، البحر الرائق ۸/ ۳۵۹–۳۶۲، مجمع الانہر ۴/ ۱۶۵–۱۶۷، الہدایۃ طبع مصر ۴/ ۱۴۹۵–۱۴۹۶)

مسلمان تعلیمی میدان میں ترقی کیسے کریں؟

محمد اللہ خلیلی قاسمی
ڈائرکٹر شعبہ انٹرنیٹ دارالعلوم دیوبند

اقلیتوں میں خاص طور پر مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی حالت ابتر ہے، مسلمان اجتماعی طور پر ملک میں دلت وقبائلی اقوام سے زیادہ پس ماندہ شمار ہونے لگے ہیں، تعلیم کا سیدھا تعلق معیشت سے ہے؛ تعلیمی پستی ہی کی وجہ سے مسلمان زندگی کے ہر میدان میں دوسروں سے پیچھے ہیں، ۵۰ فیصد سے زیادہ مسلم آبادی خط افلاس سے نیچے زندگی گذار رہی ہے، ہندوستان میں مسلم آبادی ۱۲ سے ۱۵ فیصد کے درمیان ہے لیکن سرکاری شعبوں میں ان کی نمائندگی صرف ۲ سے ڈھائی فیصد ہی ہے۔

گذشتہ کچھ سالوں سے مسلمانوں میں تعلیمی بیداری اور ان کی شرح خواندگی کچھ حد تک بڑھی ہے لیکن دوسری مذہبی اکائیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی شرح خواندگی کافی کم ہے، مسلمانوں میں مجموعی طور پر ناخواندگی کی شرح ۵۰ فیصد سے بھی زیادہ ہے، دیہی علاقوں میں جہاں مسلمانوں کا اکثر حصہ آباد ہے وہاں مردوں میں ناخواندگی کا تناسب اب بھی ۴۰ فیصد ہے، خواندہ اور پرائمری سطح تک تعلیم یافتہ مردوں کا تناسب ۳۱ فیصد، مڈل سطح تک تعلیم یافتہ مردوں کا تناسب ۱۵ فیصد، سکنڈری سطح تک تعلیم یافتہ مسلم مردوں کا ۸ فیصد، ہائر سکنڈری سطح تک مسلم مردوں کا تناسب صرف ۳ فیصد، گریجویشن اور اعلی سطح تک تعلیم کی شرح صرف ۲ فیصد ہے، دیہی علاقوں میں مسلم خواتین میں ناخواندگی کی شرح ۴۷ فیصد، خواندہ یا پرائمری سطح تک تعلیم یافتہ خواتین کا تناسب ۱۶ فیصد، مڈل پاس کرنے والی خواتین کا تناسب ۸ء۳ فیصد، سکنڈری لیول تک رسائی حاصل کرنے والی عورتوں کی شرح ۱ء۵ فیصد، سینئر سکنڈری سطح تک پہنچنے والی خواتین کا تناسب

،اسی طرح گریجویٹ سطح تک اکا دکا دیہی عورتیں پہنچ پاتی ہیں،شہری علاقوں میں بھی صورت حال کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔

اعداد وشمار کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اعلی تعلیم حاصل کرنے والے مسلمانوں کا تناسب دیگر معاشروں کے مقابلے میں تشویشناک حد تک کم ہے،مسلمانوں میں دوران تعلیم تعلیم چھوڑنے کا رجحان بھی کافی زیاد ہے، داخلہ لینے والے مسلم بچوں میں ۷۰ فیصد سے زیادہ پرائمری یا مڈل سطح تک تعلیم کے تسلسل کو بھی باقی نہیں رکھتے، دوسرے معاشرے تعلیم کے تئیں جو بیداری دکھا رہے ہیں مسلمان اس میں ابھی ان سے پیچھے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آخر مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کا حل کیا ہے، اولا یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ مسلمانوں میں تعلیمی میدان میں ترقی کے لیے اپنے ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلم طلبہ کو پھلنے پھولنے کا مناسب موقع فراہم کیا جاسکے، چنانچہ گذشتہ دہائیوں میں بہت سے مسلم انجینیر نگ، ٹیکنیکل، مینجمنٹ، سائنس، آرٹس، کامرس اور آرکیٹکچر کے ادارے قائم ہوئے ہیں،لیکن اس کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان اداروں سے استفادہ کرنے والے اکثر طلبہ غیر مسلم ہوتے ہیں،حتی کہ وہ یونیورسٹیاں اور ادارے جو خالص مسلمانوں کے لیے قائم ہوئی ہیں ان میں غیر مسلم طلبہ کا تناسب مسلمانوں سے زیادہ ہی ہے، پرائمری اور سکنڈری اسکولوں وغیرہ کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

اس لیے انصاف کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اصل مسئلہ تعلیم گاہوں کے قیام کا نہیں بلکہ بنیادی مسئلہ تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے اور عملی زندگی میں اس کو برتنے کا ہے،اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تعلیمی ادارے نہ قائم کیے جائیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ تعلیم گاہوں کے قیام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں تعلیمی بیداری عام کرنے کی ضرورت ہے،ہر علاقے کے لوگ خود اپنے اپنے علاقے میں تعلیمی بیداری وترقی کا بیڑا اٹھائیں، کوشش یہ ہو کہ اپنے گھر یا پڑوس کا کوئی بھی پانچ سالہ بچہ مدرسہ واسکول جانے سے نہ رہ جائے، کوئی بھی بچہ معاشی و دیگر حالات کی بنیاد پر درمیان میں تعلیم ترک نہ کرے،اس کی ہمت افزائی اورتعاون و امداد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے ،علماء، ائمہ، سماجی کارکنان، دانشوران اور اصحاب ثروت غرضیکہ معاشرے میں جو افراد

بھی اثر ونفوذ رکھتے ہوں ان کا یہ قومی فریضہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں تعلیم کے تئیں بیداری پیدا کریں، ملک کی پارلیمنٹ اور ریاستوں کی اسمبلیوں میں مسلمان نمائندے اس سلسلے میں انقلابی کردار ادا کرسکتے ہیں۔

موجودہ مرکزی حکومت کی اقلیت موافق پالیسیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس جانب زبردست پیش رفت کے امکانات ہیں۔

سرکاری اعداد وشمار میں بھی مسلمانوں کی شرح خواندگی بڑھانے کی ضرورت ہے، اس سے کم ازکم دیگر اقوام میں مسلمانوں کی شبیہ اچھی قائم ہوگی اور خود مسلم قوم کو اس سے حوصلہ ملے گا۔

اس سلسلے میں یہ کوشش بھی ہونی چاہیے کہ سرکار مدارس اسلامیہ میں پڑھائے جانے والے کورسس کو تسلیم کرے، آج مسلمان بچوں کا ایک بڑا طبقہ مدرسوں کا رخ کرتا ہے جہاں وہ سالہا سال اصولی، عقلی، مذہبی اور عصری تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان میں اخذ وتفہیم، تحقیق وتصنیف اور تدریس وتقریر کی اچھی صلاحیت ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود بھی وہ سرکاری اعداد وشمار میں جاہل یا صرف خواندہ سمجھے جاتے ہیں، سرکاری اعداد وشمار بڑھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی شرح خواندگی بڑھا کر اطمینان کرلیں بلکہ مسلم قوم کی تعلیمی ومعاشی ترقی کے لیے مستقل اور دوررس لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

جدید اعلیٰ تعلیم کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ وہ طلبہ جو ہمارے اعداد وشمار میں مسلمان ہیں ان میں اکثریت مسلمان ہونے کے باوجود مسلم معاشرے کے لیے کسی کام نہیں آتے، مسلم قوم کی خدمت وترقی اور فلاح وبہبود کے حوالے سے ان کا کوئی قابل ذکر کردار نہیں ہوتا، اس کی اصل وجہ یہ ہے ان کو جدید تعلیم سے تو آراستہ کیا جاتا ہے لیکن ان کی مذہبی تربیت اور معاشرتی شناخت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی ہے جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ وہ ترقی کرنے کے بعد مسلمان ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں کے لیے مفید نہیں ثابت ہوتے، اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ جس طرح مسلمان بچوں کی تعلیم وترقی کی فکر کی جائے اسی طرح ان کی صحیح روحانی نشو ونما اور اسلامی پرورش وپرداخت میں بھی کوئی کوتاہی نہ برتی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

ہیڈ: اسلامک ڈپارٹمنٹ، مون ریز ٹرسٹ اسکول، زامبیا، افریقہ

قرآن کریم کی مختلف آیات کریمہ اور متعدد احادیث شریفہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالی، سیدنا محمد رسول اللہؐ اور دین اسلام سے بے انتہا محبت کرنی چاہیے، درحقیقت یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ایک شخص اللہ تعالی سے محبت کرے، مگر اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرے یا اس کے بھیجے ہوئے دین اسلام سے محبت نہ کرے، یا اللہ کے رسول سے محبت کرے اور اللہ تعالی اور دین اسلام سے محبت نہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ضروری ہے اور کمال ایمان اسی پر موقوف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول ہونے کے ساتھ، اللہ تعالی نے آپ کو ایک ایسا انسان بنایا تھا جو کسی بھی طرح کے نقص سے پاک تھا، آپؐ کو من جانب اللہ حسن و جمال، لیاقت و کمال اور احسان و نوال کا اتنا وافر حصہ ملا تھا کہ آپؐ کے علاوہ کسی شخص کو میسر نہیں ہوا، آپؐ اس دنیا کے کامل و مکمل انسان اور افضل البشر تھے۔ پھر آدمی آپؐ سے محبت کیوں نہ کرے!

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ''محبت کی اصل یہ ہے کہ (دل) کسی ایسی چیز کی طرف مائل ہو جو مرغوب و پسندیدہ ہو، پھر (دل کا) میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس میں انسان لذّت محسوس کرتا ہو اور اسے حسین سمجھتا ہو، جیسے حسن صورت اور کھانا وغیرہ اور (دل کا) میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس کی لذّت باطنی وجوہ کی بنا پر اپنی عقل سے معلوم

کرتا ہو جیسے صلحا، علما اور اہل فضل کی مطلق محبت اور کبھی دل کا میلان کسی کی طرف اس کے احسان اور اس سے کسی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزوں دور کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے''۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج 2/14)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ''دل کا تعلق اور میلان کسی چیز کی طرف ہونا، اس تصور سے کہ اس میں کوئی کمال اور خوبی وعمدگی ہے، اس طرح کہ وہ شخص اپنے رجحان اور آرزو وخواہش کا اظہار اس چیز میں کرے جو اس کو اس سے قریب کردے''۔ (عمدۃ القاری 1/142)

''**الحب**'' اور ''**المحبۃ**'' یہ دونوں (عربی کے) الفاظ ایسے معنی کو ادا کرتے ہیں جس کا تعلق قلب سے ہے، جو دوسری صفات کے مقابلہ میں اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اپنی تاثیر کے اعتبار سے، سب سے زیادہ عظیم ہے؛ کیوں کہ اس میں دل کا میلان اور محبوب کی طرف کھچاؤ پایا جاتا ہے اور وہ انسان کی طبیعت میں ایسا شعور اور سلوک کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ کبھی یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیتا ہے؛ بل کہ اپنے محبوب کی محبت میں، وہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوجاتا ہے اور اپنی صفات چھوڑ کر محبوب کی صفات اختیار کرلیتا ہے''۔

(محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان میں سے ہے)

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو؛ تم کو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں؛ تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں، اور اللہ تعالی بے حکمی کرنے والے لوگوں کو، ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (التوبۃ)

اس آیت کے تحت حضرت مولانا منظور نعمانی رقم طراز ہیں: ''پس قرآن مجید کی اس پر

جلال آیت کا تقاضا اور مطالبہ بھی یہی ہے کہ ایمان والوں کو اپنی تمام قابلِ محبت چیزوں سے زیادہ، اللہ ورسولؐ کی اور اس کے دین کی محبت ہونی چاہیے، اس کے بغیر اللہ کی رضا اور اس کی خاص ہدایت حاصل نہیں ہوسکتی اور ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔''

آپؒ مزید لکھتے ہیں ''کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کو یہ دولت نصیب ہوجائے، اس کے لیے ایمان کے سارے تقاضوں کا پورا کرنا اور اللہ ورسولؐ کے احکام پر چلنا نہ صرف یہ کہ آسان ہوجاتا ہے؛ بل کہ اس راہ میں جانِ عزیز تک دے دینے میں بھی وہ ایک لذت محسوس کرے گا اور اس کے برخلاف جس کے دل پر اللہ ورسولؐ کی محبت کا ایسا غلبہ نہ ہوگا، اس کے لیے روزمرہ کے اسلامی فرائض کی ادائیگی اور عام ایمانی مطالبات کی تعمیل بھی سخت گراں اور بڑی کٹھن ہوگی اور جتنا کچھ وہ کرے گا بھی، تو اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ بس قانونی پابندی کی سی ہوگی، پس اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ جب تک اللہ ورسولؐ کی محبت دوسری ساری چاہتوں اور محبتوں پر غالب نہ ہوجائے، ایمان کا اصل مقام نصیب نہیں ہوسکتا اور ایمان کی حلاوت حاصل نہیں ہوسکتی''۔(معارف الحدیث ۱/ ۹۳)

آپؐ سے محبّت کمالِ ایمان: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کو اپنے والد (ماں اور باپ) اور اپنی اولاد سے زیادہ میں محبوب نہ ہوجاؤں''۔(صحیح البخاری)

ان جیسی اور احادیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک مومن اپنے اہل وعیال، مال ودولت، خویش واقارب اور دنیا کی دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبت اللہ تعالی، رسول اکرمؐ کی ذات اور دین متین سے کرے، اگر کسی دوسرے سے محبت کرتا ہو؛ تو وہ محبت بھی اللہ کی خاطر ہو، جب تک اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور دین سے سب سے زیادہ محبت نہیں ہوگی، کوئی بھی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا ہے۔

محبت کے اسباب: عام طور ایک آدمی کسی سے تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے محبت کرتا ہے۔ وہ اسباب: حسن و جمال، لیاقت و کمال اور احسان ونوال ہیں، یہ اسباب آپؐ کی مبارک ذات میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں، ان اسباب کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

حسن و جمال: ایک آدمی کسی سے محبت اس کی ظاہری خوب صورتی و جمال کی وجہ سے کرتا ہے، جیسا کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسن و جمال کی وجہ سے محبت کی۔ نبی اکرمؐ تو دنیا کے حسین ترین انسان تھے، آپؐ کے حسن و جمال کی گواہی متعدد صحابۂ کرامؓ نے دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابرؓ بن سمرہ فرماتے ہیں: ''ایک چاندنی رات میں، میں اللہ کے رسولؐ کو دیکھ رہا تھا، پھر میں اللہ کے رسولؐ اور چاند کی طرف دیکھنے لگا؛ جب کہ آپؐ سرخ جوڑے میں ملبوس تھے، آپؐ مجھے چاند سے زیادہ حسین لگے''۔ (سنن الترمذی)

ہندؓ بن ابی ہالہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے رسولؐ اپنی ذات کے اعتبار سے عظیم تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ و مرتبہ والے تھے، آپؐ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا'' (شعب الایمان)

کمال: کسی سے محبت کا ایک سبب اس کے اندر کا کمال و لیاقت اور خوبی و عمدگی بھی ہوتی ہے، جیسے علم و فضل اور صلاحیت و صالحیت وغیرہ۔

آپؐ میں سیکڑوں کمالات تھے، آپؐ پر نبوت ختم ہوئی اور آپؐ خاتم النبیین تھے، آپؐ نے فرمایا: ''مجھ پر نبوت ختم ہوئی اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔ (المعجم الأوسط)

اللہ تعالی نے آپؐ کو اولین و آخرین کے علم سے نوازا تھا، پھر مخلوقات میں جتنے بھی کمالات ہیں وہ سب آپؐ کے ہی واسطے سے ہیں؛ کیوں کہ آپؐ ہی مبلغ اور قاسم ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''**إنما أنا قاسم و اللہ یعطي.** (صحیح البخاری)

احسان: ایک آدمی کسی کے احسان کی وجہ سے بھی اس سے محبت کرتا ہے، صفت احسان

بھی نبی اکرمؐ میں حد درجہ پائی جاتی تھی، حدیث میں ہے: ''اللہ کے رسولؐ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، جب رمضان کا مہینہ آتا؛ تو آپؐ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔(اور خاص طور پر رمضان میں) آپؐ کی سخاوت ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھی۔(مسند امام احمد)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ''جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا؛ تو اللہ کے رسولؐ ہر قیدی کو رہائی بخشتے اور ہر سائل کی مراد پوری فرماتے''۔(مشکوٰۃ)

علامہ نوویؒ، محبت کے وجوہ واسباب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ سارے اسباب نبیؐ کی ذات میں موجود ہیں؛ کیوں کہ آپؐ جمال ظاہری و باطنی، کمال اور ہر طرح کے فضائل کو جامع ہیں اور آپؐ نے خاص طور سے مسلمانوں کو صراط مستقیم، دائمی نعمت اور جہنم سے دور رہنے کی ہدایت کر کے احسان فرمایا ہے۔(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ۲؍۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا:

صرف زبان سے یہ کہہ دینا کہ ہم اللہ تعالی اور نبی اکرمؐ سے دل وجان سے محبت کرتے ہیں، کافی نہیں ہے؛ بل کہ آپؐ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان احکام خداوندی کو بجالائیں جن کا اللہ تعالی نے حکم دیا اور ان چیزوں سے رک جائیں جن سے ذات باری تعالی نے منع فرمایا ہے۔

قرآن کریم کی ہدایات کو اپنے سینے سے لگائیں، ہم رسول اکرمؐ کی سنتوں پر عمل کریں، آپؐ کی زندگی کو ہم اپنے لیے نمونہ بنالیں اور اسی کے مطابق ہر کام انجام دیں، آپؐ کے شمائل وسیرت کا مطالعہ کریں، آپؐ کا خوب ذکر کریں، آپؐ پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔

مختصر یہ کہ ایک مسلمان آپؐ کا اتباع میں ہی اپنی کامیابی سمجھے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو؛ تو تم لوگ میرا اتباع کرو، اللہ تعالی تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمھارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالی بڑے معاف کرنے والے، بڑے عنایت فرمانے والے ہیں''۔(سورہ آل عمران)

حرف آخر:

ہر مسلمان کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اس کا ایمان پر خاتمہ ہو اور اس دار فانی سے رخصت ہوجانے کے بعد، جب دار جاودانی میں پہنچے؛ تو وہاں اس کا حشر انبیاء ورسل، صحابہ وتابعین، شہداؤ صدیقین اور اولیاء واتقیا کے ساتھ ہو، ایسے حشر کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان حضرات سے محبت کریں، ہم ان کو دل وجان سے چاہیں اور ہم ان کی ہدایات کے مطابق عمل کریں، پھر ہمارا حشر ان حضرات کے ساتھ ہوگا۔

صادق ومصدوق رسول اکرمؐ کی حدیث ہے: ''**المرءمع من أحبَّ**''(صحیح البخاری) یعنی انسان کا حشر اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی ہمیں رہنمائی کر رہی ہے کہ اگر ہم اپنا حشر نبی اکرمؐ کے ساتھ چاہتے ہیں؛ تو دل وجان سے آپؐ سے محبت کریں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بیزار ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے آدمیوں پر مجھے بہت تعجب ہوتا ہے:

اول: جو دنیا کی محبت دین کے سب کاموں کو بھول کر رات ودن دیوانے رہتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیں ایک دن ضرور مرنا ہے اور یہ سب کچھ ختم ہوجائے گا۔

دوم: وہ جو اتنے غافل ہوگئے ہیں کہ وہ کچھ سوچتے ہی نہیں جو ان کے جی میں آتا ہے کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ یہ جانتے ہیں کہ فرشتے (کراماً کاتبین) دونوں کندھوں پر بیٹھے ہوئے ان کی نیکی وبدی کو ہر وقت لکھتے رہتے ہیں اور ہر روز کا نامۂ اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔

سوم: وہ جو ہمیشہ دنیا وآخرت سے بےغم وبےفکر رہتے ہیں، حیوانوں کی طرح دن رات کھاتے پیتے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت بیزار ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور تدوین فقہ

مولانا نجیب قاسمی سنبھلی، ریض، سعودیہ عربیہ

عصر قدیم وجدید میں علم فقہ کی مختلف الفاظ کے ساتھ تعریف کی گئی ہے، مگر اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام شرعیہ کا جاننا فقہ کہلاتا ہے، احکام شرعیہ کے جاننے کے لئے سب سے قبل قرآن کریم اور پھر احادیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، قرآن وحدیث میں کسی مسئلہ کی وضاحت نہ ملنے پر اجماع وقیاس (یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں نئے مسائل کے لئے اجتہاد) کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

فقہ کو سمجھنے سے قبل امام ابوحنیفہؒ کے ایک اہم اصول وضابطہ کو ذہن میں رکھیں کہ میں پہلے کتاب اللہ اور سنت نبوی کو اختیار کرتا ہوں، جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہیں ملتا تو صحابۂ کرام کے اقوال وعمل کو اختیار کرتا ہوں، اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد وقیاس پر توجہ دیتا ہوں، جب مسئلہ قیاس واجتہاد پر آجاتا ہے تو پھر میں اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔

یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اپنا خود بنایا ہوا اصول نہیں ہے بلکہ اُس مشہور حدیث کی اتباع ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو وصیت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول ہے کہ اگر مجھے کسی مسئلہ میں کوئی حدیث مل جائے خواہ اس کی سند میں کوئی ضعف بھی ہوتو میں اپنے اجتہاد وقیاس کو ترک کرکے اس کو قبول کرتا ہوں۔

فقہ کا دارومدار صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات اقدس پر ہے اور اس فقہ کی بنیاد وہ احادیث رسول ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحابۂ کرام مسائل شرعیہ معلوم کرتے تھے،

کوفہ شہر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن وحدیث کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے، حضرت علقمہ بن قیس کوفیؒ اور حضرت اسود بن یزید کوفی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا اور حاصل کیا وہ سب کچھ علقمہؒ کو دیدیا، اب میری معلومات علقمہؒ سے زیادہ نہیں ہیں۔

حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعی کوفی مسند نشین ہوئے اور علم فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ انہیں "فقیہ العراق" کا لقب ملا۔

حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب ذخیرہ جمع ہوگیا تھا جو ان کے شاگردوں نے خاص کر حضرت حماد کوفیؒ نے محفوظ کررکھا تھا، حضرت حمادؒ کے اس ذخیرہ کو امام ابوحنیفہ کوفیؒ نے اپنے شاگردوں خاص کر امام یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ کو بہت منظم شکل میں پیش کردیا جوانہوں نے باقاعدہ کتابوں میں مرتب کردیا، یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔

اس طرح امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو واسطوں سے حقیقی وارث بنے اور امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن وسنت کی روشنی میں جو سمجھا تھا وہ امت مسلمہ کو پہونچ گیا۔

غرضیکہ فقہ حنفی کی تدوین اُس دور کا کارنامہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون قرار دیا اور احادیث رسول مکمل حفاظت کے ساتھ اسی زمانہ میں کتابی شکل میں مرتب کی گئیں۔

{وضاحت}: ان دنوں بعض ناواقف حضرات فقہ کا ہی انکار کرنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر پڑھنا اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط کرنا فقہ ہے، نیز قرآن وحدیث میں متعدد جگہ فقہ کا ذکر بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

مشہور کتب حدیث (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) کی تالیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے فقہ حنفی کو کتابوں میں مرتب کردیا تھا، اگر واقعی فقہ قابل رد ہے تو مذکورہ کتب حدیث

کے مصنفوں نے اپنی کتاب میں فقہ کی تردید میں کوئی باب کیوں نہیں بنایا؟ یا کوئی دوسری مستقل کتاب فقہ کی تردید میں کیوں تصنیف نہیں کی؟

غرضیکہ یہ ان حضرات کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر مسائل کا استنباط کرنا ہی فقہ کہلاتا ہے جسے جمہور محدثین ومفسرین وعلماء امت نے تسلیم کیا ہے۔

{نقطہ}: فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ سابقہ حکومتوں (خاصکر عباسیہ وعثمانیہ حکومت) کا ۸۰ فیصد قانون عدالت وفوجداری فقہ حنفی رہا ہے اور آج بھی بیشتر مسلم مما لک کا قانون عدالت فقہ حنفی پر قائم ہے، یہ قوانین قرآن وحدیث کی روشنی میں بنائے گئے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں:

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے دورانِ درس جو احادیث بیان کی ہیں انہیں شاگردوں نے حدثنا اور اخبرنا وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کردیا، امام ابوحنیفہؒ کے درسی افادات کا نام "کتاب الآثار" ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس زمانہ تک کتابوں کی تالیف بہت زیادہ عام نہیں تھی۔ "کتاب الآثار" اس دور کی پہلی کتاب ہے جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لئے ترتیب وتبویب کے راہ نما اصول فراہم کئے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے "کتاب الآثار" کے متعدد نسخوں کی نشاندہی کی ہے لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہے، ان نسخوں میں سے امام محمدؒ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

"کتاب الآثار" بروایت امام محمدؒ "کتاب الآثار" بروایت قاضی ابو یوسفؒ

"کتاب الآثار" بروایت امام زفرؒ "کتاب الآثار" بروایت امام حسن بن زیادؒ

مسانید امام ابوحنیفہؒ: علماء کرام نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی پندرہ مسانید شمار کی ہیں جس میں ائمہ دین اور حفاظ حدیث نے آپ کی روایات کو جمع کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا، ان میں سے مسند امام اعظمؒ علمی دنیا میں مشہور ہے، جس کی متعدد شروحات بھی تحریر کی گئی ہیں، اس

سلسلہ میں سب سے بڑا کام ملک شام کے امام ابوالموائد خوارزمیؒ (متوفی ۶۶۵ھ) نے کیا ہے جنہوں نے تمام مسانید کو بڑی ضخیم کتاب جامع المسانید کے نام سے جمع کیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام محمدؒ کی مشہور ومعروف کتابیں بھی فقہ حنفی کے اہم مآخذ ہیں۔المبسوط۔ الجامع الصغیر۔ الجامع الکبیر۔ الزیادات۔السیر الصغیر۔ السیر الکبیر۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی شان میں بعض علماء امت کے اقوال:

☆ امام علی بن صالحؒ (متوفی ۱۵۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا :عراق کا مفتی اور فقیہ گزر گیا۔ (مناقب ذہبی ص ۱۸)

☆ امام مسعر بن کدامؒ (متوفی ۱۵۳ھ) فرماتے تھے کہ کوفہ کے دو شخصوں کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا، امام ابوحنیفہؒ اور اور ان کا فقہ، دوسرے شیخ حسن بن صالحؒ اور ان کا زہد وقناعت۔(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۸)

☆ ملک شام کے فقیہ ومحدث امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم سے زیادہ جاننے والے تھے۔(مناقب کردی ص ۹۰)

☆ امام داؤد الطائیؒ (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس وہ علم تھا جس کو اہل ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔(الخیرات الحسان ص ۳۲)۔

☆ امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۷ھ) کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کر کے آیا، امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آرہے ہو۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)

☆ امام مالک بن انسؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۸)

☆ امام وکیع بن الجراحؒ (متوفی ۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ

اور کسی کو نہیں دیکھا۔

☆ امام یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہت ساری احادیث سنی ہیں۔ (جامع بیان العلم، علامہ ابن البر، ج ۲ ص ۱۴۹)

☆ امام سفیان بن عینیہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا، دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائیں گی مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں، ایک امام حمزہؒ کی قرأت اور دوسری ابوحنیفہؒ کا فقہ۔ (تاریخ بغداد۔ ج ۱۳ ص ۳۴۷)

☆ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سب علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں، جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوگا۔ (تاریخ بغداد ج ۲۳ ص ۱۶۱)

☆ امام بخاریؒ کے استاذ امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پرہیز گار، عالم آخرت کے راغب اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہؒ۔ شیخ موفق بن احمد مکیؒ)

☆ امام موفق بن احمد مکیؒ امام بکر بن محمد زرنجریؒ (متوفی ۵۱۲ھ) کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ (مناقب امام ابی حنیفہ)

حضرت امام ابوحنیفہ کے علوم کا نفع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قرآن وحدیث وفقہ کے دروس کو کتابی شکل دے کر ان کے علم کے نفع کو بہت عام کر دیا، خاص

کر جب آپ کے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ عباسی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے تو انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے فیصلوں سے حکومتی سطح پر عوام کو متعارف کرایا چنانچہ چند ہی سالوں میں فقہ حنفی دنیا کے کونے کونے میں رائج ہوگیا اور اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا حتی کہ عباسی وعثمانی حکومت میں مذہب ابی حنیفہؒ کو سرکاری حیثیت دے دی گئی چنانچہ آج ۱۲۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور ایک ہزار سال سے امت مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح اور وضاحت وبیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش اور افغانستان کے مسلمانوں کی بڑی اکثریت جو دنیا میں مسلم آبادی کا ۵۵ فیصد سے زیادہ ہے، اسی طرح ترکیا اور روس سے الگ ہونے والے ممالک نیز عرب ممالک کی ایک جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے ہی فیصلوں پر عمل پیرا ہے۔

صورت سیرت کی ترجمان ہے

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صورت کو سیرت کا ترجمان بنایا ہے جس شخص کو اللہ تعالی نے صورت اچھی دی ہے وہ علامت ہے حسنِ سیرت کی، اسی طرح جس شخص کی شکل وصورت میں کوئی عیب ہے وہ بمقتضائے اصل علامت ہے، عیب باطنی کی، لیکن کسی جگہ عوارض کی وجہ سے حال مختلف ہوجائے تو وہ ضابطہ کے خلاف اور منافی نہیں۔

(مجالس حکیم الامت ص ۳۰۲)

بچے، قرآن اور ہماری ذمہ داری!

مولانا سید عبدالوہاب شیرازی

بچے اور قرآن، ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے، یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ دنیا میں قرآن کے ماہرین بچپن ہی سے قرآن سے جڑے ہوئے تھے، جن بچوں کو ان کے والدین نے چھوٹی عمر میں قرآن سے جوڑا، ان بچوں کا قرآن سے تعلق ساری زندگی مضبوط رہا، یہاں میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بچپن سے قرآن کے ساتھ جوڑنے سے مراد یہ نہیں جو ہمارے معاشرے میں ہوتا ہے، یعنی بچے کو سکول سے واپس لاکر آدھے گھنٹے کے لیے مسجد کے قاری صاحب کے حوالے کردینا، جب کہ وہ بچہ انتہائی تھکاوٹ کا شکار ہوتا ہے، اور پھر والدین نے بھی ساری ذمہ داری قاری صاحب پر ڈال رکھی ہوتی ہے، سالوں گزر جاتے ہیں اور والدین کبھی قاری صاحب سے ملاقات تک نہیں کرتے، اگرچہ موجودہ دور میں الحمدللہ! حفظِ قرآن کا رجحان زیادہ ہوا ہے، لیکن پھر بھی عموماً یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کسی ایک بچے کو حفظ کروا کر دس افراد کی بخشش کے پروانے پر خود ہی دستخط کر کے بیٹھ جاتے ہیں، یعنی اب جو بھی ہو، ہم بخشے بخشائے ہیں، چنانچہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچوں کو پاکیزہ ماحول فراہم نہیں کیا جاتا، بچہ مدرسہ سے آکر گھر میں موجود شیطانی آلات سے بھی مستفید ہو رہا ہوتا ہے، فلمیں، ڈرامے اور کارٹون کی شکل میں دجالی ہدایات کے انجکشن اس کے قلب و دماغ پر لگتے رہتے ہیں۔

حفظ کے رجحان میں اضافے کے باوجود اب بھی نوے فیصد سے زیادہ لوگ ایسے ہی ہیں جو بچے کو بچپن کی عمر میں قرآن سے نہیں جوڑتے، بلکہ جدید زبانیں اور علوم ہی بچپن میں

پڑھاتے اور سکھاتے ہیں، یہ بات بھی ہمارے مشاہدے میں آئی ہے کہ جو بچے بچپن میں حفظ کر لیتے ہیں، ان کا حافظہ دوسرے بچوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے، چنانچہ اگر بچوں کو سب سے پہلے یعنی پانچ چھ سال کی عمر میں حفظ کروانا شروع کر دیا جائے تو باقی چیزیں بعد میں بچہ بہت اچھی طرح سیکھ لیتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی اہمیت کی حامل ہے کہ بچے کو چھوٹی عمر میں جو چیز سکھائی جائے گی، ساری عمر اسی چیز کی چھاپ اس کی عملی زندگی میں بھی نظر آئے گی، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا، حالانکہ سات سال کے بچے پر ابھی نماز فرض ہی نہیں ہوئی، ابھی تو مزید سات سال ہیں نماز فرض ہونے میں، یہ سارا اہتمام اسی وجہ سے ہے۔

طبرانی میں حضرت علیؓ سے روایت ہے: ''أدبوا أولادَكم على ثلاث خصال : حب نبيكم وحب آل بيته وتلاوة القرآن، فإن حملةَ القرآن في ظل عرش الله يوم لا ظل إلا ظلهٗ مع أنبيائه وأصفيائه''۔ ''اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ: اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت، اس لیے کہ قرآن کریم کو یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سائے میں انبیاء کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔''

مسلمان علماءِ تربیت نے بچوں کو قرآن کریم کی تلاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعلیم اور مسلمانوں کے عظیم قائدین کے کارنامے بتلانے اور سکھلانے کے ضروری ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے، اس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ: ''ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جنگیں اسی طرح یاد کرایا کرتے تھے جس طرح اُنہیں قرآن کریم کی

سورتیں یاد کراتے تھے۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں یہ وصیت کی ہے کہ: ''بچے کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔''

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے اور یاد کرانے کی اہمیت یوں بتائی ہے: ''مختلف اسلامی ملکوں میں تمام تدریسی طریقوں اور نظاموں میں قرآن کریم کی تعلیم ہی اساس اور بنیاد ہے، اس لیے کہ قرآن کریم دین کے شعائر میں سے ہے جس سے عقیدہ مضبوط اور ایمان راسخ ہوتا ہے۔''

ابن سیناؒ نے ''کتاب السیاسۃ'' میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ: ''جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی طور سے تعلیم وتعلم کے لائق ہوجائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنا چاہیے، تاکہ اصل لغت اس کی گھٹی میں پڑے اور ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہوجائیں۔''

پہلے زمانے کے لوگ اپنے بچوں کی تربیت کا نہایت اہتمام کیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو جب اساتذہ کے حوالے کرتے تو ان سے درخواست کرتے کہ ان بچوں کو سب سے پہلے قرآن کریم کی تعلیم دیں اور یاد کرائیں، تاکہ ان کی زبان درست ہو اور ان کی ارواح میں پاکیزگی و بلندی اور دلوں میں خشوع وخضوع پیدا ہو اور ان کے نفوس میں ایمان اور یقین راسخ ہوجائے

اردو زبان میں اصناف سخن

مولانا افتخار احمد قاسمی استاذ حدیث وتفسیر، جامعہ اکل کوا

اردو زبان میں اصنافِ سخن کو دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے: ایک حصہ شعری سخن کا اور دوسرا حصہ نثری سخن کا۔ ذیل میں پہلے شعری سخن کا تعارف دیا جا رہا ہے اور پھر نثری سخن کا۔

شعر : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی جاننا، دریافت کرنا اور کسی باریک چیز سے واقف ہونا۔ اور اصطلاح میں وہ موزوں ومقفّٰی کلام ہے جسے بالقصد کہا گیا ہو اور جس میں تخیل کی بلند پروازی کے ساتھ جہانِ معنی کی وسعت پائی جاتی ہو۔ بقولِ غالبؔ:

''شاعری قافیہ پیمائی کا نہیں، بل کہ معنی آفرینی کا نام ہے''

حمد : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی خدا کی تعریف۔ اور اصطلاح میں وہ صنفِ شعر ہے جس میں خدائے پاک کی ذات وصفات کے تعلق سے تعریف وتوصیف بیان جاتی ہے۔

نعت : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی مدح وثنا، تعریف وتوصیف۔ اور اشعار کی زبان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کرنا ''نعت'' کہلاتا ہے۔

نظم : عربی زبان کا لفظ ہے، لغوی معنی سلک اور لڑی کے ہیں۔ اور اصطلاح میں شعری کلام کی وہ قسم ہے جس میں کسی ایک موضوع یا مضمون پر مسلسل اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔

نظم معرّیٰ : ''معرّیٰ'' کے لغوی معنی سادہ اور خالی کے ہیں۔ اور اصطلاح میں ایسی نظم کو ''نظم معرّیٰ'' کہا جاتا ہے جو قافیوں سے خالی ہو۔

آزاد نظم : نظم کی وہ جدید قسم ہے، جس میں قافیہ اور وزن کی کوئی رعایت نہیں ہوتی؛ بلکہ شاعر قدیم اصنافِ سخن یا ہیئت اور پرانی شاعری کے رموز وتلمیحات، اشارات وکنایات سے آزاد ہو کر اپنے جذبات کا اظہار اور اپنے تجربات کی ترجمانی کرتا ہے۔

نثری نظم : وہ جدید نظم ہے، جو وزن اور آہنگ سے عاری ہوتی ہے؛ اور غزل،

قصیدہ، مرثیہ، رباعی یا پابند نظم کی دوسری اصناف نیز آزاد نظم کی طرح اظہار و ابلاغ کو قبول نہیں کرتی؛ بل کہ اس میں شاعر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔

غزل : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی عورتوں سے بات چیت کرنا، حسن و جمال اور عشق و محبت کا ذکر کرنا۔ اور اصطلاح میں نظم کی وہ قسم ہے جس میں حسن و جمال، فراق و وصال، عشق و فریفتگی، شراب و کباب، فنا و معرفت وغیرہ سے متعلق عاشقانہ مضامین کا ذکر ہوتا ہے یا شاعر کسی بھی مضمون سے متعلق اپنے وسیع خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ بقولِ آل احمد سرور ؎

غزل میں ذات بھی ہے اور کائنات بھی ہے
ہماری بات بھی ہے اور تمہاری بات بھی ہے

غزل کے اشعار کم سے کم پانچ ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ اکیس۔ پہلے دور میں غزل کا مضمون مسلسل ہوتا تھا اور اب اس کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا حامل ہونے لگا۔ غزل کے پہلے شعر کو ''مطلع'' اور آخری شعر کو ''مقطع'' کہا جاتا ہے۔

مثنوی : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی دو، دو والا۔ اور اصطلاح میں متفق الوزن اشعار کے مجموعے پر مشتمل وہ طویل نظم ہے جس کے ہر شعر کا قافیہ جدا جدا اور ہر دو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، جس میں کسی مضمون کو مسلسل اور کسی واقعہ یا قصہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں زندگی اور معاشرت کے تمام تر پہلو آجاتے ہیں؛ مثنوی کے اشعار کی تعداد محدود نہیں ہوتی۔

مرثیہ : عربی لفظ ''رثا'' یا ''رثاء'' سے مشتق ہے، جس کے لغوی معنی کسی کی موت پر کرب و ملال اور رنج و غم کا اظہار کرنا ہے۔ اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس میں مرنے والوں کے اوصاف و کمالات بیان کیے جاتے ہیں یا شہید ہونے والوں کے مصائب و آلام اور شہادت کا ذکر ہوتا ہے۔

قصیدہ : لغت میں قصد سے مشتق ہے، جس کے معنی ٹھوس، بھرا ہوا اور پُر مغز کے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس میں کسی کی بالقصد تعریف، شان و شوکت اور عظمت بیان کی جاتی ہے۔ اس کے پہلے دونوں مصرعوں اور ہر شعر کے آخری مصرع میں قافیہ کا التزام ہوتا ہے۔ قصیدہ کم از کم پندرہ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

ھجو : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی مذمت و برائی۔ اور اصطلاح میں قصیدہ کی ضد وہ نظم

ہے جس میں کسی کے عیوب ونقائص بیان کیے جاتے ہیں۔

قطعہ : عربی زبان کا لفظ ہے، ٹکڑا اور حصہ کے معنی میں ہے۔ اور اصطلاح میں دو یا زیادہ اشعار کی وہ نظم ہے جس میں کسی مسلسل مضمون کو غزل کی بحر میں ادا کیا گیا ہو۔ اس کے پہلے شعر کا ہم قافیہ ہونا ضروری نہیں، مگر باقی تمام اشعار کے دوسرے مصرعے کا متحد القوافی ہونا ضروری ہے۔ قطعہ میں اخلاقی اصول، آفاقی حقیقتیں، ہنگامی واقعات، مدح وہجو اور طنز ومزاح وغیرہ کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

رباعی : عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چار، چار کے ہیں۔ اور اصطلاح میں شاعری کی وہ صنف ہے جس میں مخصوص اوزان کے چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس میں پہلے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔

مخمس : خمس سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی پانچ، پانچ کے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

مسدس : سدس سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چھ چھ کے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ نظم ہے جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں۔ اور ہر اول چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

کلیات : عربی زبان کا لفظ ہے اور کلی کی جمع ہے، بہ معنی ایک ہی شخص کی منظومات یا تصنیفات کا مجموعہ۔

دیوان: فارسی زبان کا لفظ ہے اور اصطلاح میں کسی شاعر کی شعری تخلیق کا مجموعہ ''دیوان'' کہلاتا ہے۔

نثر : عربی زبان کا لفظ ہے، بہ معنی تتر بتر، پراگندہ اور بکھرا ہوا۔ اور اصطلاح میں شعر ونظم کی ضد ایسی عبارت کو کہتے ہیں جو منظوم نہ ہو۔

ناول : انگریزی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے وہ طویل افسانہ، مسلسل داستان اور لمبا قصہ؛ جس میں متعدد افراد کی کردار نگاری کی گئی ہو۔

افسانہ : فارسی زبان کا لفظ ہے اور حقیقت کی ضد ہے۔ زبان وادب میں اس سے مراد وہ قصہ، کہانی یا سرگذشت ہے جو ادیب کا محض ذہنی اختراع ہو؛ حقیقت وواقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ اس کے بنیادی اجزا تین ہیں: (۱) خیال (۲) ہیئت (۳) اسلوب

مضمون یا مقالہ : نثری تحریر کا وہ مجموعہ جس میں مضمون نگار یا مقالہ نگار اپنی علمی وادبی، تمدنی ومعاشرتی، مذہبی وتاریخی اور ہر قسم کی معلومات کو سادگی ودل کشی، پُرکاری وجدت طرازی کے ساتھ اپنے خاص اسلوبِ تحریر اور مؤثر طرزِ بیان میں دوسروں تک پہونچاتا ہے، جسے پڑھ کر وہ متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

انشائیہ: عربی زبان کا لفظ ہے اور ''انشا'' کی طرف منسوب ہے، جس کے معنی عبارت لکھنا اور بات پیدا کرنا ہے، اور اصطلاح میں وہ نثری تخلیق ہے جس میں اختصار، بے تکلفی، اظہارِ شخصیت اور انبساطی مقصد کی خصوصیات کے ساتھ مصنف اپنے زاویۂ خیال سے معاشرے کی ایسی عکاسی کرتا ہے کہ اس کے تحریری مواد سے اس کا ذہن و کردار ظاہر ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر بشیر سیفی کے الفاظ میں:

''انشائیہ وہ صنفِ نثر ہے کہ جس میں مصنف اپنے ذاتی تأثرات اور انفرادی تجربات، بے تکلفی اور اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے، اس صنف میں لکھنے والا موضوع کے حوالے سے ذہن میں آنے والی دیگر باتوں کا ذکر بھی کرسکتا ہے، تاہم موضوع سے انحراف نہیں کرتا؛ نیز انشائیہ نگار موضوع کے چھپے ہوئے گوشوں پر روشنی ڈال کر قاری کو پُر تحیر مسرت بہم پہونچاتا ہے''۔

خاکہ: فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ڈھانچہ اور چربہ کے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ نثری فن پارہ ہے جس میں خاکہ نگار اپنے مخصوص مشاہدے کی ایسی منظر نگاری کرتا ہے، جس سے محسوس ہو جاتا ہے کہ اس نے پسِ پردہ وہ چیز اور وہ بات دیکھ لی ہے جس تک عام شخص کی نگاہ نہیں جاسکتی۔

ڈرامہ: یونانی لفظ ''ڈراء'' سے مشتق ہے، بہ معنی کرنا یا کر کے دکھانا۔ اور اصطلاح میں فنِ ادب کی وہ صنف ہے جس میں انسانی زندگی کے واقعات و مشاہدات کو افراد اور ان کی گفتگو کے حوالے سے عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحافت: عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی اخبار نویسی اور جرنلزم کے ہیں۔ اور اصطلاح میں اس کی مختلف تعریف کی گئی ہے۔ ایک انگریز ادیب کہتا ہے کہ: ''صحافت عجلت میں لکھا گیا ایک ادب ہے''۔ لیکن اس کی سب سے جامع اور مستند تعریف یوں کی جاتی ہے کہ: ''صحافت جدید ذرائعِ ابلاغ کو بروئے کار لاتے ہوئے عوامی معلومات، رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے''۔ اور مفتی اعجاز ارشد قاسمی کے لفظوں میں: ''معاصر دنیا کی ترجمانی، ماحول کی عکاسی، رائے عامہ کی نباضی اور مختلف اندازِ فکر کا تجزیہ؛ صحافت کی اصل روح ہے''۔

طنز و مزاح: یہ ایک شگفتہ تحریر ہوتی ہے، جس میں سنجیدگی کے ساتھ دل کو گدگدی لگائی جاتی ہے اور رمز و کنایہ کے ساتھ کسی عیب، کھوٹ اور خامی کی ذمہ دارانہ نشان دہی کی جاتی ہے؛ جس سے برا لگے بغیر عیب پر تنبہ اور اس کی اصلاح کی فکر ہونے لگتی ہے، یہ کوئی بے ہودہ اور غیر سنجیدہ طرزِ تحریر نہیں۔

آپ بیتی: مصنف کی ''اپنی کہانی اپنی زبانی'' کا نام آپ بیتی ہے۔ جس میں مصنف اپنی

زندگی سے متعلق بیتے لمحات کو احاطۂ تحریر میں لاتا ہے اور مختلف مخفی گوشوں سے پردہ اٹھاتا ہے، یہ تحریر جگ بیتی یا تاریخی تحریر سے بالکل اچھوتی اور انفرادی لذت کا حامل ہوتی ہے۔

سوانح عمری: ''سوانح'' عربی زبان کا لفظ ہے اور ''سانحہ'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی واقعات، حادثات، روئے داد اور حالات کے ہیں۔ اور اصطلاح میں کسی شخص کی زندگی کے حالات کا تذکرہ ''سوانح عمری'' کہلاتا ہے۔ زندگی ایک مہماتی سفر ہے، جس میں مختلف قسم کے آسان اور دشوار مراحل پیش آتے رہتے ہیں؛ سوانح عمری کے ذریعہ انسانی زندگی کی مہمات و مراحل کا سچا نقشہ کھینچ کر انہیں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور اس طرح سوانح عمری انسان کی موت کے بعد بھی اس کی حیات بن جاتی ہے۔

سپاس نامہ : فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب وہ تحریری اظہارِ شکر ہے جس میں کسی معزز مہمان کی آمد کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اور دیگر مختلف باتیں بھی درج ہوتی ہیں، جن کی جانب مہمان کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔

سفرنامہ: ملکوں اور قوموں کے مشاہداتی حالات پر مشتمل مسافر کے ذاتی جذبات و احساسات سے ہم آہنگ ایک سنجیدہ اور معلوماتی تحریر ہے جس میں مصنف محض اپنے سفر کی سرگذشت ہی بیان نہیں کرتا، بل کہ جن احوال و کوائف کو دیکھ کر وہ متأثر ہوتا ہے؛ انہیں قاری کے سامنے سبق آموز بنا کر بھی پیش کرتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا : یونانی زبان کا لفظ ہے، جو اصل میں تین لفظوں سے مرکب ہے؛

(۱) ''اِن'' بہ معنی میں، اندر (۲) ''سائیکلو'' بہ معنی چکر یعنی دنیا (۳) ''پیڈیا'' بہ معنی علم

اور اصطلاح میں ایسی تصنیف و کتاب ''انسائیکلو پیڈیا'' کہلاتی ہے جس میں دنیا بھر کے علوم و فنون سے متعلق معلومات درج ہوں۔ گویا وہ تصنیف ''قاموس العلوم، مخزن العلوم'' کا مصداق ہو اور وہ کتاب ''دائرۃ المعارف'' کا درجہ رکھتی ہو۔

۞۞۞۞

شعبۂ تحفظ ختم نبوت مظاہر علوم کی مساعی جمیلہ

بسلسلہ رد شکیلیت

مولانا محمد راشد گورکھپوری استاذ شعبہ تحفظ ختم نبوت مظاہر علوم سہارنپور

قادیانیت کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے والا ایک نیا اور خطرناک فتنہ ''شکیلیت'' ہے جس کے پرچارک اپنے ناپاک عزائم اور گندے نظریات کی ترویج کے لئے پوری تندہی سے منظم انداز میں کام کر رہے ہیں، ان کی ریشہ دوانیوں اور مکروہ سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے مغربی یوپی کی سطح پر دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں بتاریخ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۹ر جنوری ۲۰۱۹ء ایک میٹنگ منعقد کی گئی جس میں سہارنپور، مظفرنگر، میرٹھ اور مرادآباد وغیرہ اضلاع میں قائم مدارس اسلامیہ کے صدور، نظماء اور مہتممین حضرات یا ان کے نمائندے شریک ہوئے اور اس ایمان سوز فتنہ کے ردوتعاقب کے سلسلہ میں غوروخوض کیا گیا۔

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اور دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم نے ملک میں جاری شکیلی گماشتوں کی سرگرمیوں کی تشویشناک صورتحال ذکر کرتے ہوئے تین صفحات پر مشتمل کل ہند مجلس کی کارگذاری پیش فرمائی اور کل ہند مجلس کے نائب ناظم حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری نے مغربی یوپی میں شکیلی اثرات کے مقامات کی نشاندھی کرتے ہوئے فکرمندی کا اظہار کیا اور ان اثرات کی روک تھام کے لئے دس تجاویز پیش کیں۔

اس میٹنگ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے بطورِ خاص حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب

الحسنی دامت برکاتہم امین عام جامعہ ہذا نے اپنی علالت کے باوجود شرکت فرمائی اور حضرت والا کے ہمراہ مولانا محمد اکرم صاحب بستوی اور بندہ محمد راشد گورکھپوری بھی شریک سفر رہے، میٹنگ میں فکری واعتقادی اعتبار سے شروع ہی سے مسلمانوں کی تربیت کی طرف توجہ کرنے کے بات جب آئی تو حضرت امین عام مدظلہ العالی نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل سنت والجماعت کے افکار ونظریات پر مشتمل مشہور زمانہ کتاب ''المہند علی المفند'' (مؤلفہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ اللہ سرہ) ہمارے مدرسہ مظاہر علوم میں اور مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شہرۂ آفاق کتاب تقویۃ االایمان طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے، مزید برآں موجودہ فتنوں کے اعتبار سے دیگر عقائد اسلامیہ کی طرف بھی طلبہ کی توجہ مبذول کرانے کی ضرورت ہے۔

منعقدہ میٹنگ سے ایک یوم قبل حضرت امین عام صاحب دامت برکاتہمکی ہدایت پر تعاقب شکیلیت کے تعلق سے شعبۂ تحفظ ختم نبوت جامعہ مظاہر علوم کی خدمات پر ایک تحریر راقم الحروف نے مرتب کی تھی جو شرکاء میٹنگ کو راقم نے پڑھ کر سنائی قارئین کی جانکاری کے لئے اسکا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

اجمالی رپورٹ بسلسلۂ رد شکیلیت:

فتنۂ شکیلیت بلاشبہ ایک سنگین اور خطرناک فتنہ ہے، یوں سمجھئے کہ یہ قادیانیت کا نیا ورژن اور اور ''نیا جال لائے پرانے شکاری'' کا مصداق ہے، اس فتنہ نے جب سے اپنے بال و پر پھیلانے شروع کئے اور اس کی خبر جامعہ مظاہر علوم کے ذمہ داران تک پہونچی اسی وقت سے شعبۂ تحفظ ختم نبوت اس کی سرکوبی کے لئے کوشاں ہو گیا۔

چنانچہ آج سے آٹھ سال قبل جبکہ شکیلیت کا اتنا شور نہیں تھا اس کی تردید پر مضامین لکھ کر اہل طلب واستفسار کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا نیز جامعہ مظاہر علوم سے شائع ہونے والا

رسالہ ’’ماہنامہ مظاہر علوم‘‘ میں متعدد مضامین لکھ کر عوام الناس کو اس فتنہ سے باخبر کرنے اور اس کی زہرناکی سے بچانے کی کوشش کی گئی، اس وقت سے لیکر آج تک مختلف جہات سے محنت جاری ہے۔

ردشکیلیت پر ’’مدعی مہدویت ومسیحیت شکیل بن حنیف کے اسلام مخالف نظریات کا تجزیہ وآپریشن‘‘ (مؤلفہ مولانا محمد راشد گورکھپوری) کے نام سے کتاب بھی شائع کی جاچکی ہے، اور ’’کذاب زمانہ شکیل بن حنیف سے ہوشیار‘‘ کے نام سے ایک کتابچہ بھی تیار ہے، اس فتنہ کی سنگینی کے پیش نظر جامعہ مظاہر علوم کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب الحسنی دامت برکاتہم علالت طبع کے باوجود فکرمندی کے ساتھ کام کی تفصیلات سنتے ہیں، اور تعاقب شکیلیت کی تفصیلات تحریری طور پر مرتب کرنے کی ہدایات کے ساتھ اس تعلق سے منعقدہ میٹنگ میں طبیعت کی ناسازگاری کے باوجود شرکت بھی فرمارہے ہیں اور ان کی فرمائش پر راقم الحروف کی مذکورہ کتاب شرکاءِ مجلس میں تقسیم کی جارہی ہے۔

الحمدللہ تربیتی کیمپ، اجلاسات، میٹنگ اور تحریرات ہر جہت سے شعبہ کی جانب سے شکیلیت کا تعاقب جاری ہے۔

اس سلسلہ میں ذاکرنگر اوکھلا دہلی، جامعہ مختارالعلوم اندور ایم، پی، سجان گڑھ ضلع چورو راجستھان، آزاد اکیڈمی اررہ یہ بہار، اسلامیہ انٹر کالج بخشی پور گورکھپور، دسہرہ میدان کروڈ بھوپال وغیرہ مقامات پر تربیتی بیانات کے تعلق سے راقم الحروف کے اسفار بھی ہوچکے ہیں۔

سہ روزہ تربیتی کیمپ مظاہر علوم سہارنپور برائے تدریب المعلمین

جامعہ مظاہر علوم کی نگرانی وسرپرستی میں ہریانہ وپنجاب کے اندر کل (۲۶) مکاتب چل رہے ہیں ان مکاتب کے معلمین کے لئے جامعہ کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب الحسنی دامت برکاتہم نے ۲۰۱۱ء سے تربیتی کیمپ کا سلسلہ جاری فرمایا جو ہر سال

لگتا آ رہا ہے ان میں تحفظ ختم نبوت کی نشستیں بھی مختص کی جاتی رہی ہیں گذشتہ دو سال سے رد شکیلیت پر بھی بندہ معلمین کو متوجہ کرتا آ رہا ہے۔

۱۴۳۱ھ گذشتہ دسالوں سے ہر سال ماہ رجب میں شعبۂ تحفظ ختم نبوت کے طلبہ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوتا آ رہا ہے، جس میں بطور صدر اجلاس حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی مدظلہ العالی امین عام جامعہ مظاہر علوم خطاب فرماتے ہیں اور مہمان خصوصی کے طور پر دار العلوم دیوبند و دیگر مقامات سے حضرت علماء کرام کو مدعو کیا جاتا ہے، گذشتہ دو سالوں سے طلبہ رد شکیلیت پر محادثہ پیش کر رہے ہیں، ان اجلاسوں میں بطور سامعین شہر کے ائمہ، متولیان اور دیگر افراد ہوتے ہیں۔

ہر نیک عمل صدقہ ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہر مسلمان آدمی کے لیے صدقہ لازم ہے، صحابہ نے عرض کیا اگر وہ کچھ نہ پائے؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام لے، اپنے نفس کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، صحابہ نے عرض کیا، اگر اس کی طاقت نہ رکھے یا ایسا نہ کر سکے تو؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''کسی ضرورت مند غمگین شخص کی اعانت کرے'' صحابہ نے عرض کیا اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا: ''نیکی کا حکم دے'' پھر پوچھا گیا کہ اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا وہ خود برائی سے رکا رہے، یہ اس کے لیے صدقہ ہے''۔ (بخاری و مسلم)

متخصصینِ حدیث جامعہ مظاہر علوم کے لئے

ایک اہم سوال نامہ

۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تخصص فی الحدیث شریف کا شعبہ قائم ہوا جس کو آج پچیس (۲۵) سال کا عرصہ ہو رہا ہے، اس طویل درمیانی عرصہ میں ایک سو پندرہ (۱۱۵) فضلاء اور علماء نے حدیث شریف میں امتیازی حیثیت سے اختصاص حاصل کیا۔

اس کے تعلق سے یہ سوالنامہ تیار کیا گیا ہے اور بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک تمام متخصصین حدیث کو ان کے گھروں کے پتے پر بھیج دیا گیا ہے، لیکن بہت سے متخصصین حدیث اپنی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں دوسرے علاقوں اور شہروں میں مقیم ہیں، اسی لئے یہ سوالنامہ ''ماہنامہ مظاہر علوم'' میں شائع کیا جا رہا ہے، امید ہے کہ جامعہ مظاہر علوم سے تخصص حاصل کئے ہوئے طلبہ کے یہ مطالعہ میں آئے گا اور وہ فوری طور پر اس کا جواب دیں گے۔ محمد شاہد غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم بندہ مولانا.................... زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، الحمد للہ کہ یہ احقر بھی بعافیت ہے۔

جناب کے علم میں یہ بات ہے کہ اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے بندہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی تاریخ اور اس کی خدمات پر متعدد کتابیں مرتب کر چکا ہے، چنانچہ مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے فرمان پر ''تاریخ مظاہر''، ''جامعہ مظاہر علوم اہلِ کمال کی نظر میں''، ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات'' دو جلدوں میں مرتب کیں، ان میں ایک کتاب ''جامعہ مظاہر علوم اہلِ کمال کی نظر میں'' کچھ عرصہ بعد انگریزی زبان میں انگلینڈ سے شائع ہوئی، دوسری کتاب ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات'' اشاعتِ اول کے چند سال بعد وسیع اور کثیر اضافوں کے ساتھ پانچ جلدوں میں شائع ہوئی اور پھر اللہ کے

فضل وکرم سے اس کا عربی ایڈیشن بھی منظر عام پر آیا۔

ان تین کتابوں کے علاوہ حال ہی میں جامعہ مظاہر علوم کی قومی وملی اور سیاسی تاریخ پر چار جلدوں میں ایک وقیع دستاویز ''تحریکِ آزادی ہند اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے جس کے مجموعی صفحات تقریباً چودہ سو(۱۴۰۰) ہیں۔

اس تفصیل کے بعد اب مجھے یہ لکھنا ہے کہ آج سے پچیس سال قبل شوال ۱۴۱۵/اپریل ۱۹۹۵ء میں جامعہ مظاہر علوم میں بندہ کی تجویز اور درخواست پر شعبۂ تخصص فی الحدیث شریف کا قیام عمل میں آیا تھا، اس کی مختصر تاریخ اور اصول وضوابط نیز اس کا دستور ونصاب بھی بندہ نے کتابی شکل میں مرتب کرکے شائع کردیا تھا۔

جامعہ مظاہر علوم میں ہونے والے مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۱رذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵رجولائی ۲۰۱۸ء میں بندہ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ شعبۂ تخصص فی الحدیث کا باضابطہ سالانہ جلسہ منعقد کیا جائے اور اس میں علمائے حدیث شریف کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا جائے، مجلس شوریٰ میں موجود دس حضرات اراکین شوریٰ نے متفقہ طور پر اس تجویز کو منظور کرکے یہ اجلاس منعقد کرنے کی اجازت دی، اب یہ اجلاس ان شاء اللہ تعالیٰ شعبان ۱۴۴۰ھ/ اپریل ۲۰۱۹ء تک کسی بھی تاریخ میں منعقد ہوگا اور انعقاد کی تاریخ سے باضابطہ طور پر جناب کو مطلع کیا جائے گا۔

اس اجلاس کے لئے علمی وتاریخی ضرورت کے پیش نظر بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ شروع سے اب تک شعبۂ تخصص فی الحدیث سے جتنے طلباء فارغ اور متخصص ہوکر تیار ہوئے ہیں ان کے حالات اور علمی وتصنیفی خدمات پر ایک مستند ومعتبر کتاب مرتب کی جائے تاکہ اس شعبہ کی افادیت اور نافعیت کھل کر سامنے آجائے اور پھر یہ مستند ومعتبر کتاب بعد میں مظاہر علوم کی خدماتِ حدیث کی روشن اور تابناک تاریخ میں مزید اضافہ کرکے اس کی کلاہِ افتخار کی ایک اور کلغی بن سکے۔

اس اہم مقصد کے پیش نظر یہ سوالنامہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے، امید کہ پہلی فرصت میں تسلی بخش جوابات سے مطلع فرمائیں گے۔

سوالات:-

۱— مکمل نام مع ولدیت ووطنیت۔

۲— تاریخ پیدائش اورحصولِ علم کی تفصیلات۔

۳— دورۂ حدیث شریف کس سن میں کہاں پڑھا اور اس میں آپ کے اساتذہ کون کون تھے۔

۴— شعبۂ تخصص جامعہ مظاہرعلوم میں کس سن میں داخلہ لیا اور یہاں کس استاذ سے کون سی کتاب پڑھی۔

۵— یہاں دورانِ تعلیم آپ نے جومقالہ لکھا اس کا موضوع اورعنوان کیا ہے۔

۶— فراغت کے بعد سے اب تک کے علمی اور درسی مشاغل اور مصروفیات کیا کیا رہیں اور فی الحال آپ کس مدرسہ میں علمی ودرسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۷— جامعہ مظاہرعلوم سے تخصص حدیث کی تکمیل کے بعد آپ نے کن کن موضوعات پرقلم اٹھایا اور کیا کیا کتابیں تصنیف کیں۔

۸— ان کے علاوہ آپ اپنی علمی زندگی سے متعلق کوئی اورواقعہ لکھنا چاہیں تو ضرور لکھیں، بالخصوص اصلاح وتربیت کے سلسلہ کے واقعات

نوٹ:-(۱)ان تمام سوالات میں سب سے اہم اورضروری سوال آپ کی تصنیفات اورعلمی تحقیقات سے متعلق ہے۔

اس لئے گذارش ہے کہ اپنی تصنیفات کا ایک ایک نسخہ جامعہ مظاہرعلوم کے کتب خانہ کے لئے ضرورارسال فرمائیں۔

(۲) اس سوالنامے کے جواب میں کسی بھی طرح کی سستی یا تاخیر باعثِ شکایت ہوگی، کیونکہ یہ آپ کی مادرِعلمی کا آپ پرحق ہے۔

(۳)مطلع فرمائیں آپ کا اصلاحی یعنی بیعت وارشاد کاتعلق کس بزرگ سے ہے؟

(۴) سماعت کرنے والے متخصصین بھی اس سوالنامہ کے مخاطب ہیں، وہ بھی اپنے جوابات بھیج دیں۔

بندہ محمدشاہدغفرلہ
امین عام جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور
یکم ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ ۹؍دسمبر ۲۰۱۸ء

عقیقہ اور اس کی دعوت

مفتی شعیب احمد صاحب بستوی معین مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر میں وطن گیا ہوا تھا بعد نماز عید ہمارے رشتہ کے ایک چچا آئے اور کہا کہ چلو دعا پہنچا دو، (یہ گاؤں والوں کی اصطلاح ہے وہ بیچارے خود تو ان پڑھ ہوتے ہیں لیکن اپنی قربانی سنت کے مطابق کرانا چاہتے ہیں اسی لیے وہ اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ کسی مولوی کو لے جا کر دعا پڑھواتے ہیں) میں چلا گیا بڑے جانور کی قربانی تھی میں نے معلوم کیا کہ کن کن کی طرف سے قربانی ہے تو انھوں نے ایک پرچہ دیا جس میں سات نام تھے جن میں سے شاید تین کی طرف سے قربانی تھی اور چار کی طرف سے عقیقہ یا دو کی طرف سے قربانی اور بقیہ عقیقہ تھا اور جن بچوں کا عقیقہ تھا اس میں ایک مرے ہوئے بچے کا بھی تھا، میں نے ان سے پوچھا کہ اس مرے ہوئے بچے کا عقیقہ کیوں کرتے ہیں، کہنے لگے کہ جب اب تک ہوا ہی نہیں۔ گویا کہ ان کے نزدیک عقیقہ ضروری ہے، چاہے بچہ مرجائے یا بڑا ہو کر صاحب اولاد ہو جائے۔

خیر میں نے انھیں بتلایا کہ اس مرے ہوئے بچے کے عقیقہ کی کوئی ضرورت نہیں اس کی جگہ کسی اور بچے کا کر دیجئے، وہ مان گئے اور اپنے ایک نواسہ کا عقیقہ کر دیا، ایک طرف تو جہالت کا یہ عالم، دوسری طرف یہ ہے کہ ابھی کچھ دنوں قبل مدرسہ کے قریب محلہ سے گذر رہا تھا دیکھا کہ پوری گلی میں جھنڈیاں بندھ رہی ہیں، ٹیوب اور بلب جل رہے ہیں اور ایک مکان کے باہر سلیقہ سے کرسیاں لگی ہوئی ہیں، جیسا کہ عموماً شادی بیاہ کے موقع پر ہوا کرتا ہے، پہچان والے ایک صاحب نظر پڑ گئے میں نے پوچھا چچا کس کی شادی ہے کہنے لگے کہ شادی نہیں بلکہ فلاں کے بچوں کا عقیقہ ہے۔

معاملہ اسی پر بس نہیں بلکہ روز افزوں ہے اب تو باقاعدہ طور پر دعوت نامہ اور کارڈ چھپتے ہیں اور عنوان ہوتا ہے عقیقہ مسنونہ، لوگوں کو کہہ کہہ کر بلایا جاتا ہے، عدم شرکت پر خفگی

اور ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے، بلکہ طعن وطنز سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، بتانے والوں نے بتایا کہ موقع دعوت پر کوئی صاحب کاپی قلم لے کر بیٹھے رہتے ہیں تاکہ کھانے والا یہ دھیان میں رکھے کہ فراغت کے بعد اس کھانے کی قیمت بھی چکانی ہے، چنانچہ چاروناچار تقریباً ہر شخص کو کچھ دینا ہی پڑتا ہے، چاہے اسکے لیے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے، کیونکہ اگر نہ دے گا تو سیکڑوں لوگوں کے سامنے ذلت اٹھانی پڑے گی۔

ابھی ایک صاحب نے اپنا خود کا واقعہ سنایا کہ پچھلے مہینہ ایک بھانجی کا عقیقہ تھا جس میں تقریباً دو ہزار روپئے خرچ ہوئے اور اس مہینہ ایک اور قریبی رشتہ دار کے یہاں سے عقیقہ کا دعوت نامہ آیا ہوا ہے جس میں شرکت کرنا ضروری ہے ورنہ وہ صاحب ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جائیں گے اور شرکت کا مطلب ہے کہ کم از کم دو ہزار روپئے اس مہینہ بھی عقیقہ کی نذر ہو جائیں گے۔

ایک معمولی تنخواہ دار ملازم یا محدود آمدنی والا شخص ایسے خرچوں کی گنجائش کہاں سے لائے بلکہ ایک صاحب نے بامعنی مزاحیہ جملہ کہا کہ عقیقہ نہیں بلکہ نفع بخش تجارت ہے کیونکہ جتنا خرچ کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ وہ آنے والوں سے وصول کر لیتا ہے۔

عقیقہ کی ان خرافات کو دیکھ کر خیال ہوا کہ اس کی شرعی و حقیقی صورت لوگوں کے سامنے واضح کر دی جائے شاید کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے بہت سے لوگ صرف لاعلمی اور دیکھا دیکھی کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے والے عوام اور خواص سبھی ہیں۔

عقیقہ کا مقصد:

اہل عرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی سے اس کا رواج تھا کہ وہ اپنے یہاں بچے کی پیدائش پر قربانی کرتے تھے اور بچے کے سر پر اس جانور کا خون ملتے تھے چونکہ اس کے اندر دینی و دنیوی بہت سی مصلحتیں تھیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی۔

منجملہ ان مصلحتوں کے سب سے اہم مصلحت بچہ کے نسب کی شہرت ہے تا کہ لوگ نومولود اور اس کے والدین کے بارے میں غلط بات کہنے سے احتراز کریں اور کسی کے دل میں بدگمانی نہ پیدا ہو، اسی طرح اس میں سخاوت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں تیسری اہم مصلحت یہ ہے کہ نصرانیوں کے یہاں جب کوئی بچہ ہوتا تھا تو اس کو وہ اپنے عقیدہ کے مطابق نصرانی بنانے کے لیے زرد رنگ سے رنگتے تھے ان کا خیال تھا کہ بچہ اس سے نصرانی بن جاتا ہے پس ان کے اس فعل کے مقابلہ میں دین محمدی میں کسی ایسے عمل کی ضرورت تھی جس سے بچہ کا ملت ابراہیمی واسماعیلی اور دین حنیف (اسلام) کا تابع ہونا معلوم ہو اور ملت ابراہیمی واسماعیلی میں دو چیزیں بہت مشہور تھیں ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل کو خدا کے حضور ذبح کرنے کے لیے تیار ہونا اور دوسری چیز حج جس میں سر بھی منڈایا جاتا ہے اور قربانی بھی ہوتی ہے، لہٰذا عقیقہ میں دونوں چیزیں جمع کر دی گئیں تا کہ معلوم ہو کہ بچہ ملت حنیفی وابراہیمی کا پابند ہے۔

عقیقہ کون کرے:

عقیقہ کرنا یہ ماں باپ کی سنت ہے نہ کہ بچے کی اور جس کے ذمہ اس بچہ کا نفقہ ہے وہی بچہ کی طرف سے عقیقہ کرے باپ کرے یا ماں کرے اگر والدین صاحب استطاعت نہ ہوں تو قرض لے کر بالکل عقیقہ نہ کریں البتہ ایسی صورت میں اگر بچہ کے نانا وغیرہ عقیقہ کر دیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ اپنی طرف سے کیا تھا کیونکہ حضرت علیؓ اس وقت صاحب استطاعت نہ تھے البتہ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ اس کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو اتنے کی ان کے یہاں گنجائش تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے یہ دلیل پکڑنا کہ اصل عقیقہ نانا کی طرف سے ہونا چاہیے یہ بالکل غلط ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ والدین صاحب

استطاعت نہ ہوں تو اگر بچہ کے ناناوغیرہ عقیقہ کر دیں تو اس سے سنت عقیقہ ادا ہو جائے گی۔

عقیقہ کا وقت:

عقیقہ کا مستحب وقت پیدائش سے ساتواں دن ہے اگر کسی وجہ سے اس دن نہ کر سکے تو پھر پندرہویں دن کر دے اور اگر اس دن بھی نہ کر سکے تو اکیسویں دن۔

علماء نے لکھا ہے کہ استحباب اکیسویں دن تک ہے اس کے بعد مباح (جائز) ہے اور شریعت میں کسی چیز کے مباح ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کو عبادت وثواب کی نیت سے کریں گے تو ثواب ہوگا بغیر نیت کے ثواب نہیں ہوگا، اور اگر نہیں کریں گے تو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

چنانچہ تالیفات رشیدیہ ص: ۵۳۴ پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اسکی تصریح کی ہے، اور قدرت ہوتے ہوئے اکیسویں دن تک نہ کرنا بلکہ موخر کرتے رہنا اور پھر ایک متعین وقت پر لوازمات کے ساتھ کرنا ظاہر ہے کہ اس کا مقصد عقیقہ نہیں بلکہ نام وشہرت اور رسم ورواج کی پابندی ہے اسکو عقیقہ مسنونہ کہنا اور اس پر ثواب کی امید رکھنا بے فائدہ ہے۔

عقیقہ کا حکم:

عقیقہ کہتے ہیں جانور ذبح کرنے کو۔ بازار سے گوشت منگا کر تقسیم کر دینا یا لوگوں کی دعوت کر دینا یہ شرعی عقیقہ نہیں کہلائے گا عقیقہ حنفیہ کے نزدیک نہ سنت ہے نہ واجب بلکہ صرف مستحب ہے۔ اور اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے بچہ کا سر منڈایا جائے پھر جانور ذبح کیا جائے اور اگر کوئی اس کا الٹا کرے تو بھی درست ہے، یہ سمجھنا کہ سر پہلے ہی مونڈنا چاہئے یا یہ کہ جس وقت نائی سر پر استرہ رکھے اسی وقت جانور ذبح ہونا چاہئے یہ سب فضول اور بے اصل باتیں ہیں ،سب طرح جائز ہے اور پھر سر مونڈنے کے بعد بچہ کے سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کر دی جائے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کا عقیقہ کرایا تھا اس وقت آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اسکے بالوں

کے ہموزن چاندی خیرات کردو، اور علماء نے لکھا ہے کہ چاندی کے خیرات کرنے میں حکمت یہ ہے کہ سونا تو گراں قیمت ہوتا ہے بجز امراء و مالداروں کے کسی کو دستیاب نہیں، اور دوسری چیزیں ایک تو ان کی قیمتوں میں تفاوت ہوتا ہے دوسرے ہر چیز ہر جگہ دستیاب نہیں بخلاف چاندی کے کہ وہ متوسطۃ القیمت ہوتی ہے اور ہر جگہ چاہے وہ شہر ہو یا دیہات عموماً مل جاتی ہے لہٰذا اس کو ہر آدمی ادا کرسکتا ہے اسی لیے چاندی کو معیار بنایا گیا تا کہ ہر شخص ادا کر سکے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ چاندی ہی دینا ضروری ہے کوئی اگر سونا یا نقدروپیہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

عقیقہ کی دعوت:

موجودہ وقت میں عقیقہ کی جس طرح دعوت ہوتی ہے کہ اس کے لیے دعوت نامے چھپتے ہیں لوگوں کو کہہ کہہ کر بلایا جاتا ہے اور پھر عورتوں اور مردوں کا اجتماع، بے پردگی اور دوسرے لوازمات ان سب کا شریعت میں کوئی وجود نہیں اور آج کل کی دعوت چاہے وہ ولیمہ کی ہو یا عقیقہ کی یا کوئی اور اس میں اسلامی شان وشوکت طور وطریقہ اور اسلامی روایات کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے اس کی جگہ پر مغربی تہذیب وتمدن کو بہت فخر کے ساتھ اپنایا جاتا ہے اور شرکاء دعوت چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں مغربیت سے عشق کی بھڑاس اسی موقع پر نکالتے ہیں اور سنا ہے کہ بہت سی جگہوں پر عقیقہ کی پوری کارروائی (سر مونڈنا، جانور کا ذبح ہونا، دعوت کے پورے پروگرام) کی ویڈیو فلم بنتی ہے اور پھر اسے یادگار کے طور پر رکھا جاتا ہے۔

ان ساری کارروائیوں کو عقیقہ مسنونہ کا نام دینا عقیقہ کا استہزاء و مذاق اڑانا ہے کیا ایسے عمل پر ثواب کی امید رکھنا بجا ہے؟

عقیقہ کے جانور کا گوشت چاہے کچا تقسیم کردیں یا پکا کر، دعوت کردیں یا نہ کریں سب طرح درست ہے اور موجود زمانہ کی رسمی اور لوازمات سے پر دعوت کرنے سے دعوت نہ کرنا بہتر ہے۔